راشدہ رفعت

آخری پڑاؤ

مکمل ناول

کہتے ہیں شادی بور کا لڈو ہے جو کھائے وہ پچھتائے اور جو نہ کھائے وہ بھی پچھتائے۔ ان کہنے والوں میں اکثریت ان کی ہوتی ہے۔ جن کے خیال میں جب دونوں صورتوں میں پچھتانا مقدر ہے تو یہ لڈو کھا ہی لیا جائے۔

بہرکیف عمیر کا شمار ان لوگوں میں نہ ہوتا تھا وہ اس اقلیتی گروہ سے تعلق رکھتی تھی، جو یہ سوچتے تھے کہ شادی کے بعد پچھتانا ہی ہے تو بور کا یہ لڈو کھا کر منہ کا ذائقہ کیوں خراب کیا جائے۔ بری یا بھلی جیسی زندگی گزر رہی ہے گزار لی جائے۔ یہ اور بات کہ دنیا والے اس نقطہ نظر سے قائل نہ ہوتے اور دنیا والوں کا نمبر تو بعد میں آتا تھا وہ تو ڈیڈی کو ہی اپنا نقطہ نظر سمجھانے میں کامیاب نہ ہوئی۔

ڈیڈی جلد از جلد اس کا گھر بسانے کے خواہش مند تھے۔ اس کی گریجویشن مکمل ہونے سے قبل ہی انہوں نے اس کے لیے رشتہ ڈھونڈو مہم کا آغاز کر دیا تھا۔ اس عجلت کی ایک وجہ تو بڑی روایتی سی تھی اس بھری پری دنیا میں عمیر کا ان کے سوا کوئی نہ تھا۔ وہ اپنی زندگی میں ہی بیٹی کے فرض سے سبک دوش ہو کر اسے اپنے گھر میں ہنستا بستا دیکھنا چاہتے تھے۔ دوسری اور زیادہ اہم وجہ یہ تھی کہ بیٹی کی شادی نمٹانے کے بعد وہ خود اپنی زندگی کا دوسرا بور کا لڈو ٹرائی کرنا چاہ رہے تھے۔

www.zemtime.com

عبیر کی امی کا انتقال دس برس قبل ہو گیا تھا۔ ان کے بعد ڈیڈی نے عبیر کی خاطر دوسری شادی نہ کی لیکن اب جب عبیر خود شادی کی عمر کو پہنچ گئی تھی تو ڈیڈی اسے اس کے گھر بار کا کر کے از سر نو اپنا گھر بسانا چاہ رہے تھے۔

عبیر ڈیڈی کی قربانیوں کی معترف تھی، اسے ان کی دوسری شادی پر بھی کوئی اعتراض نہ ہوتا اگر وہ دوسری شادی زوبی آنٹی سے نہ کر رہے ہوتے۔

ڈھائی برس، پہلے زوبی آنٹی ایک کرائے دار کی حیثیت سے ان کے گھر کی اوپری منزل میں آ کر رہنے لگی تھیں لیکن وہ خیمے میں گھسا وہ اونٹ ثابت ہوئی تھیں جو پورے خیمے پر قابض ہونا چاہتا تھا۔

عبیر کو زبردستی ماڈرن بنی وہ شاطر سی خاتون ایک آنکھ نہ بھائی تھیں۔ وہ ایک بے اولاد بیوہ تھیں۔ ملازمت پیشہ خاتون لیکن عجیب چالاک اور خرانٹ سی شخصیت کی مالک۔

مسئلہ یہ تھا کہ ڈیڈی کو وہ چالاک عورت معصوم اور بھولی بھالی سی دوشیزہ لگتی تھی۔ ڈیڈی کا بس چلتا تو وہ عبیر کی شادی سے قبل ہی زوبی آنٹی کو دلہن بنا کر اوپر سے نیچے لے آتے لیکن یہ زوبی آنٹی تھیں، جنہوں نے ان کو بڑے دلار سے سمجھایا کہ بیٹی کی شادی سے قبل اپنا گھر بسانا مناسب طرز عمل نہیں۔

عبیر نے ڈیڈی سے منوانے کی بہت کوشش کی کہ وہ مزید پڑھنا چاہتی ہے۔ یہ سچ تھا کہ وہ کبھی بھی بہت لائق فائق اسٹوڈنٹ نہ رہی تھی لیکن اتنی تعلیم حاصل کرنا اس کا حق تھا۔ جس کی بنیاد پر وہ کوئی معقول اور باعزت کیریئر اپنانے کے قابل ہو سکتی۔ آج کے دور میں فقط گریجویشن کی کوئی اہمیت تھی بھلا، لیکن محبت کرنے والے ڈیڈی، آج کل صرف زوبی آنٹی کی محبت میں ڈوبے تھے۔ ان کے کانوں سے سنتے اور ان کی آنکھوں سے دیکھتے اور ظاہر ہے زبان بھی ان ہی کی بولتے تھے۔

آگے پڑھنے کی عبیر کی ضد بالآخر منت میں بدلی لیکن ڈیڈی کا فیصلہ نہ بدلا۔ زوبی آنٹی کے مشورے پر عبیر کا بر ڈھونڈنے کے لیے شادی دفتروں سے رجوع کیا گیا۔ ڈیڈی اپنے خاندان کے اکلوتے چشم و چراغ تھے۔ ننھیال والوں نے عبیر کی امی کے انتقال کے بعد بھانجی سے تعلق رکھنا گوارا ہی نہ کیا تھا، سو عبیر کے لیے قریبی رشتہ داروں میں سے رشتہ آنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ رشتے کے لیے شادی دفتر کا سہارا لینا مجبوری تھی۔

شادی دفتر والے جس طرح کے رنگ برنگے رشتے بھیج رہے تھے عبیر کا دم خشک ہوا جاتا تھا۔ زوبی آنٹی تو ہر رشتے کے پلس پوائنٹ ڈیڈی کو گنوا دیتی تھیں لیکن غنیمت تھا کہ ڈیڈی کا دل بھی ان رشتوں پر نہیں ٹک رہا تھا۔ پھر جو رشتہ آیا وہ کسی شادی دفتر کی معرفت نہیں آیا بلکہ ان کے گھر، کام کرنے والی ماسی صغریٰ کے توسط سے آیا۔

صغریٰ کافی عرصے سے عبیر کے گھر جزوقتی ملازمہ کے طور پر کام کر رہی تھی۔ اس کی ایک بہن حمدان کے ہاں کام کرتی تھی۔ وہ لوگ اچھے گھرانے کی لڑکی کے متلاشی تھے، یہاں ڈیڈی کو عبیر کے لیے کوئی مناسب اور معقول گھرانہ درکار تھا۔ قسمت میں عبیر اور حمدان کا سنجوگ لکھا تھا۔ سو دونوں طرف کی ملازماؤں کے وسیلے سے دونوں خاندانوں کا میل ملاپ ہوا۔

حمدان کی امی اور آپا نے عبیر کو فوراً ہی سند قبولیت بخش دی تو ڈیڈی نے بھی حمدان کو اوکے کر دیا۔ وہ پڑھا لکھا، برسر روزگار اور جاذب نظر شخصیت کا مالک تھا۔

حسنہ آپا نے ہی عبیر کو بھائی کی تصویر دی تھی۔ پہلی نگاہ میں ہی عبیر کو وہ اچھا لگا تھا۔ لیکن دل عجیب سے وسوسوں میں مبتلا تھا۔ اسے شادی سے ڈر لگتا تھا تو اس کی بڑی وجہ ذہن میں سسرال کا تصور تھا۔

وہ ساری زندگی رشتوں سے محروم رہی تھی۔ امی کے بعد اس کی زندگی میں ڈیڈی کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ اسے رشتوں کو برتنے کا کوئی سلیقہ نہ تھا۔ فلموں، ڈراموں اور کہانیوں کی وجہ سے دماغ میں سسرال کا

www.zemtime.com

روایتی تصور جڑ پکڑے ہوئے تھا۔

رہی سہی کسر اس کی نام نہاد دوستوں نے پوری کردی۔ جب انہیں پتا چلا کہ اس کے سسرال میں ایک بوڑھی ساس کے علاوہ ایک مطلقہ نند ہے تو انہوں نے اس کے ہولناک مستقبل کی پیشن گوئی کردی تھی۔

"جس گھر میں دو عورتوں کی حکمرانی ہو وہاں بہو کی دال کبھی نہیں گلتی۔ تم لکھ لو تمہاری ساس نند تمہیں اول روز سے دیا کرر کھیں گی۔"

یہ حفصہ تھی جو حمدان کی تصویر دیکھ کر دل ہی دل میں تھوڑا جیلس ہوئی تھی اور خود بھی نہ جانتی تھی کہ عبیر کو اس ان دیکھے خوف میں مبتلا کرنے کی ایک وجہ اس کے دل میں چھپی جلن ہے۔

"ویسے تو حسنہ آپا بہت ملنسار لگتی ہیں اور میری ساس بے چاری تو ویسے ہی کئی بیماریوں میں مبتلا ہیں، دونوں خرانٹ تو کہیں سے نہیں لگتیں۔" اس نے حفصہ کی بات سے اختلاف کرنے کی کوشش کی۔

"یہ بظاہر ملنسار اور بے چاری سی لگنے والی ساس، نندیں ہی تو اصل میں فتنہ ثابت ہوتی ہیں۔ میری آپی کا حشر پتا نہیں تمہیں، صرف دو سال ہوئے ہیں شادی کو، شادی سے پہلے ساس نندیں واری صدقے جاتی تھیں اور اب اتنا جینا دوبھر کردیا ہے کہ ہم آپی کو گھر بٹھانے کا سوچ رہے ہیں۔"

اس بار تجزیہ پیش کرنے والی ہما تھی۔

اس بار وہ چپ ہو گئی۔ وہ جانتی تھی کہ شادی کے بعد اسے جتنے بھی مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس کے پاس گھر بیٹھنے کا آپشن نہ ہوگا کیونکہ اس کی شادی کے بعد اس گھر میں زوبی آنٹی کا راج ہوگا۔ حالات جیسے بھی ہوں اسے سسرال میں گزارہ کرنا پڑے گا۔ ساس نند کی تیزی طراری کو تو شاید وہ بھگت ہی لے، بس اگر حمدان اس کی ڈھال بن جائے۔

عجیب بات یہ تھی کہ بات پکی ہونے اور شادی کی تاریخ طے ہونے کے باوجود، حمدان نے نہ بھی اس سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا نہ ٹیلی فونک رابطہ استوار کرنے کی کوشش کی۔ آج کے دور میں یہ ناقابل یقین بات تھی اور عبیر کی دوستوں کے بقول حمدان، اپنی ماں اور آپا کے رعب میں ہوگا اور ان ہی کے منع کرنے پر رابطہ کرنے کی ہمت نہ کر پایا ہوگا۔

"اچھا اب تم اتنا بھی پریشان مت ہو۔ ایک بار شادی ہو لینے دو۔ شوہر کو مٹھی میں کرنا اتنا بھی بڑا مسئلہ نہیں۔ میری بھابھیوں کو دیکھ لو۔ میرے لمبے تڑنگے بھائیوں کو کیسا کاٹھ کا الو بنا رکھا ہے۔"

اس بار حفصہ کو اس کی بے چاری شکل دیکھ کر ترس آیا تو اسے تسلی سے نوازا۔ عبیر پھیکی سی ہنسی ہنس دی۔

ان ہی خدشات میں گھرے ہوئے شادی کی تیاری کا آغاز کیا۔ زوبی آنٹی ہر معاملے میں بڑھ چڑھ کر اپنی خدمات پیش کررہی تھیں۔ ڈیڈی کو بھی ان کی صلاحیتوں پر بھروسا تھا۔ شادی کی تیاری کے لیے انہوں نے زوبی کو ہی عبیر کا سرپرست بنا دیا تھا۔ روپے پیسے بھی ان ہی کے حوالے تھے۔

عبیرا کنامکس کی اسٹوڈنٹ تھی۔ اسے چند دنوں میں ہی اندازہ ہوگیا کہ زوبی آنٹی، اس کے نام پر کی جانے والی شاپنگ میں اچھی خاصی ہیرا پھیری کررہی ہیں۔ ایک بار ڈیڈی کو بتانے کی کوشش کی لیکن وہ الٹا اس پر ہی بگڑ گئے۔

"زوبی ٹھیک کہتی ہے۔ تم اسے ماں کے روپ میں قبول کرنے پر آمادہ ہی نہیں اس لیے تو میں خود نکاح کرنے سے قبل تمہیں تمہارے گھر کا کر رہا ہوں۔ اس بے چاری عورت کے خلاف تم نے اپنے ذہن میں کتنا خناس پال رکھا ہے۔"

"لیکن ڈیڈی......!" اس نے وضاحت کرنے کی کوشش کی۔

"بس بیٹا! اب ایک لفظ اور نہیں میں جانتا ہوں کہ یہ تمہارے لیے بہت مشکل ہے کہ تم اپنی ماں کی جگہ کسی اور کو دو لیکن میرا بھی تو سوچو ایک طویل عرصے سے تنہائی کا عذاب بھگت رہا ہوں۔ اب اگر ایک بھلی عورت میری تنہائی بانٹنے میری شریک حیات بننے جا رہی ہے تو تمہیں یہ گوارا نہیں۔ تمہیں اول روز سے زوبی سے چڑ ہے پتا نہیں یہ بلاوجہ کی چڑ کب ختم ہوگی؟

www.zemtime.com

ڈیڈی آزردہ تھے۔ وہ ان سے بڑھ کر آزردہ ہوئی اور سوری ڈیڈی کہہ کر پلٹ گئی۔ اس کے بعد اس نے شادی کی شاپنگ کی ساری ذمہ داری ازخود زوبی آنٹی کے سپرد کر دی۔

"آپ تجربہ کار ہیں۔ مجھ سے بہتر خریداری کر سکتی ہیں۔ پلیز یہ شاپنگ خود ہی نمٹا لیجیے۔ مجھے ویسے بھی بازاروں میں پھرنے سے وحشت ہوتی ہے۔"

"اوہ کم آن ڈارلنگ! فکر کیوں کرتی ہو۔ میں ہوں نا۔ تم گھر پر ریسٹ کرو۔ ویسے بھی شادی سے پہلے بازاروں میں لور لور پھرنے سے چہرے کی شادابی ختم ہو جاتی ہے۔ سب کچھ مجھ پر چھوڑو۔" وہ دلار سے بولیں۔

عبیر نے بے دلی سے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ایک نگاہ ان کے چہرے پر ڈالی جس کی شادابی ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی۔

اس کی سہیلیاں مہندی کے فنکشن پر کچھ ہلا گلا کرنا چاہ رہی تھیں لیکن عبیر نے انہیں ٹال دیا۔ سسرال والوں نے بھی ان رسومات میں قطعاً کسی دلچسپی کا مظاہرہ نہ کیا۔ مہندی کا جوڑا تو درکنار انہوں نے چوڑیاں اور گجرے تک بھیجنے کی زحمت نہ کی۔

"آج کے دور میں اتنی ڈل اور بورنگ شادی کیا ہو گیا ہے عبیر ڈارلنگ! مہندی کا فنکشن تو ہونے دو۔" زوبی آنٹی نے بھی اسے ٹوکا تھا۔

"آپ نے جو جوڑا میری مہندی کے لیے بنوایا ہے وہ آپ کی اپنی مہندی پر کام آ جائے گا زوبی آنٹی! آپ کیوں ٹینشن لیتی ہیں۔"

اس نے جواباً ان سے زیادہ دلار بھرے لہجے میں انہیں مخاطب کیا تھا پھر بھی جانے کیوں ان کے شاداب سے چہرے کے زاویے اتنے بگڑے کہ عبیر کو ان پر کسی ویمپائر کا گمان ہونے لگا۔ زوبی آنٹی نے اس کی گستاخیوں کا بدلہ ایک انتہائی اوسط درجے کے پارلر میں اس کی بکنگ کروا لیا تھا۔

"آپ نے کتنے فیشل لیے ہیں۔" بیوٹیشن اس سے پوچھ رہی تھی۔

"ایک بھی نہیں۔" اس نے سپاٹ سے انداز میں جواب دیا۔

"اوہ میرے خدا! آپ برائیڈل میک اپ کروانے بیٹھی ہیں اور فیشل تک نہیں کروایا۔" وہ چلائی عبیر نے جواب دینے کے بجائے فقط ایک تیکھی نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی۔

"اچھا خیر اسکن تو آپ کی خاصی اچھی ہے۔ گزارہ ہو جائے گا۔" بیوٹیشن نے جیسے اس کو تسلی دی۔

"شادی اپنوں میں ہو رہی ہے یا غیروں میں؟" بیوٹیشن باتونی تھی۔

"غیر ہیں شاید اپنے بن جائیں۔" اس بار خود کلامی عبیر نے کی تھی۔

"بعض اوقات غیر اپنوں سے اچھے نکل آتے ہیں۔ اب مجھے دیکھیں سگے۔ ماموں کے گھر شادی ہوئی تھی لیکن مامے کا گھر بھی سسرال بن کر......" بیوٹیشن کے پاس اپنے سسرال کی ہیبت ناک کہانی تھی۔

"اوہ ناٹ اگین۔" عبیر ایک اور سسرال نامہ سننے کے موڈ میں نہ تھی۔ لیکن وہ جس باتونی بیوٹیشن کے ہتھے چڑھی تھی۔ اس نے میک اپ کے ساتھ سسرال نامہ بھی سنا کر دم لیا۔ یہ اوسط درجے کا پارلر تھا لیکن دیکھے دل والی بیوٹیشن کے ہاتھ میں واقعی مہارت تھی۔ عبیر نے تیار ہونے کے بعد آئینے میں اپنا عکس دیکھا تو پہلی بار ایک دھیمی مسکان اس کے لبوں پر پھیلی تھی۔

"بہت خوب صورت ہیں آپ۔ میں تو دن رات [illegible] میں تیار کرتی ہوں لیکن ایسا روپ کسی کسی پر چڑھتا ہے۔" اس نے فراخ دلی سے کریڈٹ اپنے ہنر کے بجائے اس کی خوب صورتی کو دے دیا تھا۔

زوبی آنٹی اسے لینے آئیں تو وہ بھی اسے دیکھ کر دم بخود رہ گئی تھیں۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو ڈارلنگ!" انہوں نے تعریف کی لیکن چہرے کے تاثرات الفاظ کا ساتھ نہ دے رہے تھے۔ آنکھوں میں عجیب سی جلن اور ناپسندیدگی چھپی تھی اور یہ جلن اور بڑھ گئی جب دلہن بنی عبیر کو نکاح کے بعد حمدان کے پہلو میں لا بٹھایا گیا۔

www.zemtime.com

اگر عمیر آسمان کی حور لگ رہی تھی تو حمدان بھی کسی سے کم نہ تھا لیکن وہ حد سے زیادہ سنجیدہ اور خشک مزاج شخص ثابت ہو رہا تھا۔

عمیر کی سہیلیوں کے شوخ فقروں اور چھیڑ چھاڑ کے جواب میں اس کے پاس مسکراتا ہوا کوئی جملہ تو دور کی بات اس کے لبوں پر مسکراہٹ تک نہ پھیلی تھی۔

''حمدان بھائی تو ماں بہن کے پورے کنٹرول میں ہیں۔ ان ہی کی ہدایت ہوگی کہ دلہن والوں کو ذرا لفٹ نہ کرانا۔''

ہما کی سوچ کا ہر تانا بانا ساس نند پر ہی جا ملتا تھا اس نے عمیر کے کان میں سرگوشی کر کے اپنے تحفظات کا اظہار کرنا ضروری سمجھا۔ ایسی باتیں سن کر اب عمیر کی بس ہو چکی تھی۔

''اب اوکھلی میں سر دے دیا تو موصلوں سے کیا ڈرنا۔ ایک بار سسرال پہنچ جاؤں پھر دیکھ لوں گی سب کو۔''

اس لمحے اس نے ایک نیا جنم لیا تھا۔ ہاں وہ ڈر کر یا کسی سے دب کر زندگی نہیں گزارے گی۔ وہ اپنے کالج کی کرکٹ ٹیم کی سب سے اچھی بلے باز تھی اور ہمیشہ بیک فٹ کے بجائے فرنٹ فٹ پر کھیلنے کو ترجیح دیتی تھی۔

شادی کے بعد زندگی کی [illegible] اننگز شروع ہونے جا رہی تھی۔ اس میں بھی اس نے فرنٹ فٹ پر کھیلنے کا فیصلہ کیا اور اس فیصلے پر پہنچ کر اس کا دل شانت ہو گیا تھا۔ رخصتی کے ٹائم بھی اس نے روایتی دولہنوں کی طرح رونا دھونا نہ مچایا تھا، جب ڈیڈی نے اسے خود سے لپٹا کر اس کے ماتھے پر بوسہ دیا تو ایک لمحے کو اس کی آنکھیں نم ہوئی تھیں مگر فوراً ہی اس نے خود پر قابو پا لیا۔ اگر آج وہ پرائی ہو رہی تھی تو کچھ دنوں بعد ڈیڈی نے بھی تو پرایا ہو جانا تھا، اب قدرت کا کوئی معجزہ ہی زوبی آنٹی کو اس کی سوتیلی ماں کے عہدے پر فائز ہونے سے روک سکتا تھا۔ عمیر تو ساری امیدیں ترک کر کے پیا دیس سدھار گئی۔

☆☆☆

سسرال پہنچ کر حسنہ آپا نے بہت چاؤ سے رسموں کا آغاز کرنا چاہا مگر جب دولہن کے ساتھ دولہا بٹھانا چاہا تو دولہا میاں ندارد۔

''حمدان! کہاں ہو بھئی جلدی آ جاؤ۔ مووی میکر کب تک انتظار کرے گا۔'' وہ آوازیں دیتے ہوئے اس کے کمرے تک آئیں۔ وہ کمرے میں ہوتا تو جواب دیتا۔ حسنہ آپا نے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا پھر پریشان ہو کر واپس لاؤنج میں آئیں۔

''حمدان کہاں ہے اماں؟'' انہوں نے ماں سے پوچھا۔ وہ بیٹی کا سوال سن کر اس سے بھی زیادہ پریشان ہوئیں۔

''کہاں ہے حمدان؟'' متوحش ہو کر بیٹی کا سوال اسی کو لوٹایا۔

''بھائی تو چینج کر کے پچھلے دروازے سے باہر گئے ہیں۔'' یہ اطلاع دینے والا کاشان تھا۔ سترہ، اٹھارہ برس کا کاشان، جو حمدان کا چھوٹا بھائی تھا۔

''کاشی کے بچے! جب بھائی باہر جا رہا تھا اسی وقت مجھے کیوں نہیں بتایا۔'' حسنہ آپا نے چھوٹے بھائی کو ڈپٹتے ہوئے پوچھا۔

''مجھے کیا پتا تھا وہ آپ لوگوں کو بتائے بغیر جا رہے ہیں۔'' کاشان نے صفائی دی۔

[illegible] دیا تھا۔ یہ گھر والے بلاوجہ پریشان نہیں ہو رہے تھے۔

سب سے پہلے تو حسنہ آپا نے مووی میکر کو چلتا کیا تھا پھر عمیر کو اس کے بیڈروم میں لے جانا چاہا۔

''آپ کا بھائی کہاں گیا ہے۔'' شرم اور جھجک بالائے طاق رکھتے ہوئے عمیر نے ان سے ڈائریکٹ پوچھ لیا۔ اس سوال پر ان کی ہوائیاں اڑنے لگیں۔

''حسنہ! میرا بی پی لو ہو رہا ہے۔ دل بیٹھا جا رہا ہے بیٹے۔'' اماں نے بھی اسی لمحے بیٹی کو مخاطب کیا۔ ان کی حالت واقعی خراب لگ رہی تھی۔

''افوہ اماں! آپ تو ہمت پکڑیں۔ کاشی چندا! اماں کو لیموں پانی بنا کر لا دے۔'' حسنہ نے بھائی کو پکارا۔

عمیر دل ہی دل میں صورت حال کا تجزیہ کرنے لگی۔ حمدان کا گھر سے باہر جانا اتنی بھی اچنبھے کی بات

www.zemtime.com

نہیں تھی وہ یار دوستوں سے ملنے بھی جا سکتا تھا لیکن گھر والوں کے حواس باختہ چہرے بتا رہے تھے کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ حسنہ آپا سے مزید استفسار کرنے کا مطلب تھا کہ اماں جی کا بلڈ پریشر مزید نیچے گر جاتا۔ اس نے اپنا سوال دوبارہ نہ دہرایا۔

"مجھے پلیز میرا کمرہ دکھا دیں۔ بیٹھے بیٹھے میری کمر اکڑ گئی ہے میں ریلیکس ہونا چاہتی ہوں۔" اکتائے ہوئے لہجے میں اس نے نند کو مخاطب کیا۔

"ہاں ہاں آؤ...... تم ریسٹ کرو حمدان بس ابھی آجائے گا۔" حسنہ کا انداز ایسا تھا جیسے اس سے زیادہ خود کو یقین دلا رہی ہوں۔

بیڈ روم میں آ کر ایک موہوم امید کے سہارے اس نے گھنٹہ بھر حمدان کا انتظار کیا تھا لیکن نہ حمدان آیا تھا نہ گھر کے کسی بندے نے دوبارہ اندر جھانکا تھا۔ عمیر کی برداشت بس اتنی ہی تھی۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے اپنے پور پور سجے وجود پر ایک تھکی ہوئی نگاہ ڈالی۔ انتظار فضول تھا۔

گہنے اتار کر رکھے، ہیر اسٹائل سے نبرد آزما ہونے میں کچھ وقت ضرور لگا پھر دھلے ہوئے منہ کے ساتھ سوتی جوڑا پہنے وہ پھر سے لاؤنج میں موجود تھی۔

وہاں تو لگتا تھا وقت رکا ہوا ہے۔ پریشان چہرے والی وہ دونوں عورتیں ہنوز اسی پوزیشن میں براجمان تھیں۔ کاشی البتہ صوفے پر نیم دراز اونگھ رہا تھا۔

"کچھ سراغ ملا آپ کے بھائی کا؟" عمیر نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ حسنہ آپا نے بے چارگی سے نفی میں گردن ہلا دی۔

"فون اٹھا نہیں رہا یا بند جا رہا ہے؟" عمیر نے تفتیش کا دائرہ آگے بڑھایا۔ حسنہ آپا نے چونک کر اپنی گود میں رکھا فون دیکھا۔

"بیل جا رہی ہے۔ اٹھا نہیں رہا۔" اقرار جرم کے سے انداز میں جواب دیا۔

"آپ کا بھائی اس شادی پر راضی نہیں تھا، یہ بات تو میری سمجھ میں آ گئی ہے۔ کیوں نہیں تھا اس بات کا جواب مجھے آپ لوگ دیں گے۔" وہ کڑے انداز میں پوچھ رہی تھی۔ دونوں ماں بیٹی بس بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔

"چلیں مان لیا کہ اس کے راضی نہ ہونے کی کوئی وجہ ہوگی یقیناً کسی لڑکی وڑکی کا چکر ہوگا جو آپ لوگوں کو پسند نہ ہوگی لیکن میرے اس سوال کا جواب تو آپ کو دینا پڑے گا کہ بیٹے کے راضی نہ ہونے کے باوجود آپ لوگوں نے اس کی زبردستی مجھ سے شادی کیوں کروائی۔ آپ لوگوں کو چاہیے تھا کہ شادی سے پہلے ہمیں صورت حال سے باخبر کرتے۔" اس کی آواز دھیمی لیکن انداز کٹیلا تھا۔

"ارے نہیں عمیر! ایسی کوئی بات نہیں۔" حسنہ آپا نے ہکلاتے ہوئے صفائی پیش کرنے کی کوشش کی۔

"نہیں حسنہ! اب اس بچی کو مزید اندھیرے میں مت رکھو۔" اماں نے تھکی تھکی آواز میں بیٹی کو ٹوکا۔

"ہمیں معاف کر دو بیٹا! ہم واقعی تم پر ظلم کے مرتکب ہوئے ہیں۔" اس شفیق سی بڑھیا نے عمیر کے آگے ہاتھ ہی جوڑ دیے۔

عمیر بری طرح سٹ پٹائی۔ یہ سچ تھا کہ سسرال پہنچ کر اسے جو سچویشن فیس کرنا پڑی تھی اس سے وہ سخت کبیدہ خاطر ہوئی تھی۔ یہ ردعمل بے شعوری طور پر ان لوگوں کو انڈر پریشر بھی لے آئی تھی۔ بھلے سے یہ اس کے مجرم تھے لیکن اتنی مسکین شکل والے مجرم تھے کہ اسے خود بخود ان پر ترس آ گیا۔

"پلیز یہ نہ کریں آپ میری ماں کی جگہ ہیں۔" اس نے ساس کے بندھے ہاتھوں سے نگاہ چراتے ہوئے انہیں ٹوکا۔ زبان سے یہ فقرہ البتہ خود بخود پھسلا تھا وہ اتنی جلدی کسی کو اپنی ماں کی جگہ پر نہ دیتی تھی جانے کیسے ساس کو فوراً اماں کا رتبہ دے ڈالا۔

"جیتی رہو۔" ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ "ہمارا خیال تھا تم جیسی خوب صورت بیوی پا کر وہ فریحہ کو بھول جائے گا لیکن یہ ہم دونوں کی خام خیالی تھی۔ وہ ہمارے دباؤ پر تمہیں بیاہ تو لایا لیکن اپنے طرز عمل سے ہمیں باور کروا گیا ہے کہ اس رشتے کی اس کی نگاہ میں کوئی اہمیت نہیں کاش وہ شادی سے پہلے

www.zemtime.com

ہی ہمارے مجبور کرنے پر مجبور نہ ہوا ہوتا تو آج ہم تمہارے سامنے مجرم نہ بنتے۔"

"یہ تو آپ کو پہلے سوچنا چاہیے تھا ناماں جی!" وہ ذرا تلخی سے بولی۔

"آپ ماؤں کے پاس بیٹوں سے بات منوانے کے بہت سے جذباتی حربے ہوتے ہیں اور نہیں تو قیامت کے دن دودھ نہ بخشنے کی دھمکی دے دیتی ہیں اولاد بے چاری مجبور ہو جاتی ہے۔" وہ بے زاری سے بولی۔ "اچھا چھوڑیں مجھے فریحہ کا حدود اربعہ بتائیں کون ہے وہ لڑکی، ان کے ساتھ پڑھتی تھی یا ساتھ کام کرتی تھی۔ آپ لوگوں نے بیٹے کی پسند کیوں نہ اپنائی؟"

عمیر سب کچھ جان لینا چاہتی تھی۔

"میرے دیور کی بیٹی ہے۔ دو گلی چھوڑ کر گھر ہے ان لوگوں کا۔" اماں نے دھیرے سے بتایا۔

"اوہ......" عمیر نے ہونٹ سکوڑے۔ "یعنی دیورانی، جیٹھانی والی روایتی چپقلش اسی وجہ سے آپ دیور کی بیٹی کو بہو نہ بنانا چاہ رہی تھیں۔" وہ جیسے فوراً نتیجے پر پہنچی۔

"اندازے لگانے میں اتنی عجلت سے کام مت لو دلہن!" اماں نے اسے ٹوکا۔ عمیر نے ابرو اچکا کر انہیں اس انداز میں دیکھا گویا کہہ رہی ہو پوری بات تفصیل سے بتائیں۔

"آٹھ برس پہلے میں نے خود فریحہ کی انگلی میں حمدان کے نام کی انگوٹھی پہنائی تھی۔ اس کے بڑے بھائی توقیر سے میری حسنہ کی شادی ہوئی تھی۔ ان کے ولیمے پر فریحہ اور حمدان کی منگنی کی رسم ہوئی تھی۔ شادی کے فقط ڈیڑھ برس بعد حسنہ طلاق کا ٹھپہ لگوا کر واپس گھر آ گئی۔ ان لوگوں نے بیٹے کی شادی تو کر دی لیکن بیٹے میں شراکت گوارا نہ کر سکے۔ توقیر نے جب کبھی بھی بیوی کو اس کا جائز مقام دینے کی کوشش کی ماں، بہن آڑے آ گئیں۔"

"اوہ ایک اور سسرال نامہ۔" عمیر نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"فریحہ توقیر کی لاڈلی بہن تھی جب توقیر کی زندگی میں بیوی آ گئی تو ظاہر ہے وہ بیوی کو بھی توجہ دینے لگا۔ فریحہ اور اس کی ماں نے حسنہ کے خلاف محاذ کھول لیا۔ نہ رشتے داری کا لحاظ کیا اور نہ ہی یہ خیال کیا کہ کل کو فریحہ نے بھی اس گھر میں بہو بن کر آنا ہے۔ گھر کی کشیدہ فضا سے تنگ آ کر توقیر اپنے دوست کے بلانے پر دبئی چلا گیا۔ وہیں دوست کی بہن سے شادی رچالی اور میری حسنہ کو طلاق کا پروانہ بھیج دیا۔ میں کیسے اس لڑکی کو اپنی بہو بناتی جس کی وجہ سے میری بیٹی کا گھر اجڑ گیا۔" اماں نے مختصر لفظوں میں ساری رام کتھا سنا دی۔

"تو آپ کا بیٹا کیوں اس لڑکی کے عشق میں گرفتار ہے جس کی وجہ سے اس کی بہن کا گھر اجڑا۔" عمیر خود کو پوچھنے سے نہ روک پائی۔

"وہ اس معاملے میں فریحہ کو قصوروار نہیں سمجھتا۔ مرد کی عقل پر جب کسی کے عشق کی پٹی بندھ جائے نا تو وہ اسی کی آنکھوں سے دیکھتا اور اس کے کانوں سے سنتا ہے۔ اسے سمجھانا دنیا کا ناممکن ترین کام ہوتا ہے۔" اماں آزردگی بھرے لہجے میں بولیں۔

عمیر کو ڈیڈی اور زوبی آنٹی کا خیال آیا تھا اماں کا تجزیہ تو سچا تھا لیکن ابھی اسے ان کی بات کی صداقت پر پورا بھروسا نہ تھا۔ یہ ایک یک طرفہ کہانی تھی۔ ستم ظریفی کی بات یہ تھی کہ اس کہانی میں اس کی انٹری سب سے زیادہ مظلومانہ تھی۔ حد ہوتی ہے بھئی، لاعلمی میں اس کا سنجوگ ایسے شخص سے جڑ گیا تھا جو پہلے ہی کسی کی زلف کا اسیر تھا۔ اگر پیچھے اس کا میکہ تگڑا ہوتا تو وہ یقیناً اس گھر میں ایک منٹ اور نہ رکتی۔ اسے تو ڈائجسٹوں میں چھپنے والی ان کہانیوں کی ہیروئینوں پر بھی سخت تاؤ چڑھتا تھا، جو زبردستی کسی کی زندگی میں شامل ہونے کی حقیقت کھلنے کے باوجود اپنی خدمت گزاریوں سے ہیرو کے دل میں جگہ بنانے کی کوشش کرتی رہتی ہیں۔ شوہر کی بے اعتنائی چپ چاپ سہتی ہیں اور اپنے گھر والوں کو اس کی بھنک بھی نہیں پڑنے دیتیں۔

www.zemtime.com

اس کے مطابق ایسے شوہروں پر لعنت بھیج کر گھر واپسی کی راہ لینی چاہیے لیکن آج جب یہ سب اس پر بیتا تو احساس ہوا کہ شوہر پر لعنت بھیج کر گھر واپس پلٹنا اتنا بھی آسان نہیں۔ ان بے چاری مظلوم ہیروئینوں کی بھی کوئی نہ کوئی مجبوری ہوتی ہوگی جو وہ اپنی عزت نفس کچل کر شوہر کے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ کرتی ہیں۔

عمیر کی مجبوری کا نام تو زوبی آنٹی تھا۔ حالانکہ اسے یقین تھا کہ اگر وہ اس وقت ڈیڈی کو فون کر کے صورت حال سے آگاہ کرتی ہے تو وہ طیش کے عالم میں اسے فوراً لینے پہنچ جائیں گے لیکن اس کے بعد کیا ہوگا۔ ڈیڈی نے پہلے ہی اس کی شادی کی خاطر اتنا صبر سے کام لے لیا تھا اب وہ اپنی شادی میں مزید تاخیر نہیں کرنا چاہیں گے اور زوبی آنٹی ایسی ہستی تھیں۔ جن کی وجہ سے وہ اس عجلت بھرے انداز والی شادی پر بھی راضی ہوگئی تھی۔ اپنے گھر میں اسے اس عورت کا وجود گوارا نہ تھا کوئی راستہ نہ پا کر اس نے زوبی آنٹی کے لیے میدان خالی چھوڑ کر خود ہی اس گھر سے جانے کا فیصلہ قبول کرلیا تھا۔

زوبی آنٹی کا وجود اس کے لیے اب بھی اتنا ہی ناقابل برداشت تھا۔

عمیر نے نہایت ٹھنڈے دل و دماغ سے صورت حال کا تجزیہ کیا۔ عقل مندی کا تقاضا یہی تھا کہ وہ فی الحال کوئی جذباتی قدم نہ اٹھائے اور صورت حال واضح ہونے کا انتظار کرے، جن ساس نندوں سے خائف ہو کر وہ شادی سے کنی کترا رہی تھی فی الوقت وہ دونوں عورتیں بھی بہت مظلوم اور مجبور لگ رہی تھیں۔ حالانکہ مسئلہ بھی ان ہی کا پیدا کردہ تھا لیکن عمیر کو ان کی حالت دیکھ کر ان پر ترس آرہا تھا۔

"آپ لوگ پلیز ریلیکس رہیں۔ حسنہ آپا! آپ ماں جی کو کمرے میں لے جائیں۔ انہیں سلائیں۔ خود بھی سونے کی کوشش کریں۔ آپ کا بھائی اپنے ساتھ کوئی سازوسامان تو لے کر گیا نہیں، وہ صرف آپ لوگوں سے ناراضی کے اظہار کے طور پر گھر سے نکلا ہے واپس لوٹ کر یہیں آئے گا۔ صبح تک انتظار کریں۔ کل ویسے کا فنکشن تو رات کو ہے ناں، کل تک نہ آیا پھر دیکھیں گے کیا کیا جائے۔ فی الحال تو سوئیں جا کر۔ مجھے بھی نیند آرہی ہے۔ میں بھی سونے کی کوشش کرتی ہوں۔"

اس نے رسان بھرے لہجے میں انہیں مخاطب کیا پھر دوبارہ اپنے بیڈ روم میں آگئی۔ ان کے سامنے تو خود کو مضبوط ظاہر کردیا لیکن کمرے میں آکر برداشت کا خاتمہ ہوگیا۔ اس کی زندگی میں تھوڑے سے رشتے اور گنی چنی محبتیں تھیں۔ زندگی نے اس نئے موڑ پر بھی اپنی ازلی کنجوسی سے کام لیتے ہوئے اسے محبت سے محروم رکھا تھا۔

شریک حیات کے حوالے سے اپنی پلکوں پر کتنے خواب سجا کر وہ اس گھر آئی تھی۔ سسرال والوں سے کوئی خوش گمانی نہ سہی لیکن حمدان کی ذات سے ڈھیروں امیدیں اور توقعات تھیں۔ معاملہ اس کے برعکس نکلا تھا۔ تکیے پر سر رکھ کر اس نے ڈھیروں آنسو بہا ڈالے روتے روتے کب آنکھ لگی اسے خود بھی پتا نہ چلا۔

دروازے پر دستک کی آواز سے آنکھ کھلی تو یوں لگا کہ وہ چند منٹوں کے لیے ہی سوئی ہے۔ لیکن دیوار گیر گھڑی پر نگاہ پڑی تو صبح کے آٹھ بج رہے تھے۔ اس نے کسل مندی سے اٹھ کر دروازہ کھولا باہر حسنہ آپا کھڑی تھیں۔

"حمدان واپس آگیا ہے۔" نہایت خوشی کے عالم میں اسے اطلاع دی گئی۔

"آپ تو ایسے خوش ہورہی ہیں جیسے وہ اولمپکس میں گولڈ میڈل جیت کر آیا ہے۔" عمیر بدمزہ ہو کر واپس پلٹی تھی۔

"میں تمہاری فیلنگز سمجھ سکتی ہوں چندا! لیکن تمہیں سمجھ داری اور درگزر سے کام لینا ہوگا۔ بس یوں سمجھو کہ صبح کا بھولا شام کو گھر واپس آگیا ہے۔ تم اس کی بیوی ہو اور اللہ نے میاں بیوی کے رشتے میں کچھ ایسی کشش......"

حسنہ آپا تو اسے جانے کیا سمجھانا چاہ رہی تھیں عمیر نے تمسخرانہ انداز میں گھڑی پر نگاہ ڈالتے ہوئے

www.zemtime.com

ان کی بات کاٹی۔
"صبح کا بھولا رات کو نہیں، رات کا بھولا صبح واپس لوٹتا ہے اور مائنڈ اٹ! وہ بھولا کوئی عام بھولا نہیں بلکہ دولہا ہے، ایسا دولہا جس کی نئی نویلی دلہن نے سہاگ رات اکیلے سو کر گزاری ہے۔"
اس نے کاٹ دار لہجے میں انہیں جتایا تھا۔
"صحیح کہہ رہی ہو۔" ان کا جوش و خروش سرد پڑا تھا۔ نہایت شرمندگی سے انہوں نے اس کی بات کی تائید کی۔
"اماں نے اس کی خوب کلاس لی ہے اور اماں کی طبیعت کا خیال کر کے ہی وہ واپس لوٹا ہے اب تم ......" ان کی بات پھر ادھوری رہ گئی تھی سامنے سے حمدان چلتا آرہا تھا۔
"میں چلتی ہوں تم لوگ ریسٹ کرو۔" حسنہ آپا کو اپنا وجود غیر ضروری لگا انہوں نے وہاں سے فوراً کھسکنا چاہا۔
"آپا کیے پلیز۔" عبیر نے انہیں آواز دے کر روکا۔ وہ پلٹی تھیں۔
"رات بھی آپ لوگوں نے اپنی ٹینشن میں مجھے کھانے کا نہیں پوچھا، اب مجھے زبردست بھوک لگی ہے، آپ پلیز میرا ناشتہ بنادیں اور ہاں چائے ایک دم کڑک ہونی چاہیے۔"
اس نے ان سے بے تکلفی بھرے انداز میں فرمائش کی۔ کمرے میں داخل ہوتے حمدان کو تو جیسے اس نے دیکھا تک نہیں حمدان نے البتہ ایک اچٹتی نگاہ اس پر ضرور ڈالی تھی۔
"رات کو تو واقعی کھانے کا پوچھنا یاد ہی نہ رہا۔ تم فریش ہو جاؤ میں جھٹ پٹ تم دونوں کا ناشتہ بناتی ہوں۔ حمدان کو میرے ہاتھ کے آلو کے پراٹھے بہت پسند ہیں۔ تم بتاؤ آلو کے پراٹھے کھاؤ گی یا کاشان سے کہہ کر حلوہ پوری منگواؤں یہاں قریب میں بہت لذیذ حلوہ پوری ملتی ہے۔"
"فی الحال آلو کے پراٹھے بنالیں۔ حلوہ پوری پھر کبھی ٹرائی کریں گے۔" وہ مسکرا کر بولی تو حسنہ آپا اثبات میں سر ہلاتی پلٹ گئیں۔
حمدان بیڈ کے سرے پر بیٹھا خاموشی سے جوتے، جرابیں اتار رہا تھا عبیر دروازہ بند کر کے اس کی سمت آئی۔ حمدان نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔
"گونگے تو نہیں ہیں کبھی پتا چلے یہاں بھی میرے ساتھ دھوکا ہو گیا۔ کل ہمارے گھر بھی ایک لفظ نہیں بولے اب بھی لب بھینچے بیٹھے ہیں۔" عبیر نے اسے مخاطب کیا۔ حمدان نے سرد سی نگاہ اس پر ڈالی مگر بولا پھر بھی نہیں۔
"اوہ اس کا مطلب ہے گونگے کے ساتھ بہرے بھی ہیں۔ چچ چچ۔"
"شٹ اپ۔" وہ بھنا کر بول پڑا۔
"میرے ساتھ اتنا بڑا دھوکا کر کے شٹ اپ کال بھی مجھے دے رہے ہیں۔" وہ تیز ہوئی۔
"میں نے تمہیں کوئی دھوکا نہیں دیا۔ اماں اور آپا کو صاف بتا دیا تھا کہ میں اس شادی پر قطعاً راضی نہیں۔ اس معاملے میں قصوروار بھی انہیں ہی ٹھہراؤ۔"
"اماں اور آپا کے بجائے آپ کو یہ بات ہم لوگوں کو بتانی چاہیے تھی۔ مجھ سے نکاح آپ نے کیا ہے۔ میں قصوروار بھی آپ ہی کو ٹھہراؤں گی۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔
"بھلے سے ٹھہراؤ میری صحت پر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"
وہ تمسخرانہ انداز میں ہنسا تھا۔ طیش کی شدید لہر نے عبیر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا لیکن فی الحال جوش کے بجائے ہوش سے کام لینا عقل مندی کا تقاضا تھا۔
"اگر آج ولیمے کا فنکشن اٹینڈ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو بتا دیں ورنہ میں اپنے ڈیڈی کو فون کرتی ہوں کہ وہ مجھے آ کر لے جائیں۔" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے سپاٹ سے انداز میں پوچھا تھا۔
"جب شادی کا فنکشن بھگتایا ہے تو ظاہر ہے ولیمے کا کڑوا گھونٹ بھی پی لوں گا۔" سیدھے سوال کا ٹیڑھا سا جواب آیا۔
"کڑوا گھونٹ ہو یا میٹھا۔ بس یہ خیال رہے کہ

www.zemtime.com
ZEMTime SINCE 2014

آپ کے چہرے کے زاویے بگڑتے نہ ہوں۔ کل بھی آپ کے چہرے کے بگڑے زاویوں نے ہماری طرف کے بہت سے لوگوں کو تشویش میں مبتلا کر دیا تھا۔"

عبیر نے اسے وارننگ کے سے انداز میں سمجھایا تھا۔ حمدان جواب میں کچھ نہ بولا۔ دل ہی دل میں اس لڑکی کے تیکھے پن پر حیران ضرور ہوا تھا وہ تو ایک مغموم اور افسردہ سی لڑکی کا سوچ کر گھر لوٹا تھا۔ دل میں کسی حد تک شرمندہ بھی تھا لیکن نئی نویلی دولہن نے آتے ہی جیسے اس کی کلاس لی تھی شرمندگی کا احساس یکسر ختم ہو گیا تھا۔ اب پھر سے جھنجھلاہٹ اور کوفت کا غلبہ ہونے لگا تھا۔

"میں تھکا ہوا ہوں۔ سونا چاہتا ہوں۔ زحمت نہ ہو تو کمرے سے چلی جاؤ ویسے بھی تمہیں بہت بھوک لگی تھی۔ تمہارا ناشتہ بننے والا ہوگا۔"

حمدان نے صاف صاف اسے کمرے سے نکلنے کا کہہ دیا تھا۔ عبیر نے اسے گھورا مگر پھر کچھ کہے بغیر کمرے سے چلی ہی گئی۔

☆☆☆

ولیمے کا فنکشن محدود پیمانے پر ہوا تھا۔ حمدان وغیرہ کی طرف سے گنے چنے رشتے دار شامل تھے اور دوست، احباب کو تو جیسے اس نے مدعو کرنے کا تکلف ہی نہ کیا تھا۔ اس چھوٹے سے فنکشن کے باوجود حسنہ آپا نے اسے مہنگے ترین پارلر سے تیار کروایا تھا۔ شادی والے دن وہ اگر آسمان سے اتری حور لگ رہی تھی تو آج پرستان سے آئی ایک پری۔ ہر نگاہ میں اس کے لیے ستائش تھی۔ لیکن جس نگاہ میں وہ اپنے لیے ستائش دیکھنے کی دل سے متمنی تھی اس نے آج بھی نگاہ غلط ڈالنے کا تکلف نہ کیا ہاں غنیمت تھا کہ وہ آج لبوں پر مسکراہٹ سجا کر لوگوں سے مبارک باد وصول کر رہا تھا۔

اب اللہ ہی بہتر جانتا تھا کہ یہ عبیر کی تنبیہہ کا اثر تھا یا آج ان کی اپنی طرف کا فنکشن تھا اس لیے اخلاق دکھا رہا تھا۔ بہرکیف وہ آج ڈیڈی سے بھی خاصے ادب اور تمیز سے ملا تھا۔

زوبی آنٹی گول گول آنکھیں گھما کر حمدان کو گھورے ہی جا رہی تھیں گویا نظر لگا کر دم لیں گی۔ اس میں کوئی شک نہ تھا کہ وہ بلا کا جاذب نظر اور خوبرو تھا۔ عبیر نے خود سارا وقت اپنے لبوں پر زبردستی کی مسکراہٹ سجائے رکھی۔ تقریب کے اختتام پر ڈیڈی نے رسم کے مطابق ان دونوں کو اپنے ساتھ چلنے کا کہا۔

"ابھی کچھ تھکاوٹ ہے سر! پھر حاضر ہو جاؤں گا ہاں اگر عبیر جانا چاہیں تو انہیں ساتھ لے جائیں۔"

حمدان نے شائستگی سے معذرت کی۔

"ایک دو دن میں یہ دونوں اکٹھے ہی چکر لگا لیں گے۔ کیوں عبیر؟"

حسنہ آپا نے فوراً گفتگو میں مداخلت کی۔ عبیر ان کا خدشہ سمجھ سکتی تھی کہ وہ گھر جا کر ڈیڈی کو سب کچھ نہ بتا دے۔ ان بے چاری کو کیا خبر تھی کہ عبیر کا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا۔ اس نے حسنہ آپا کی بات سن کر دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"او کے ڈیئر پھر ملاقات ہوگی۔" زوبی آنٹی نے اس کے گال چٹاچٹ چومے پھر ڈیڈی کو چلنے کا اشارہ کر دیا۔

"یہ تم لوگوں کی کرائے دار تمہارے گھر کے ہر معاملے میں بہت دخیل ہے۔ ہم تو جب بھی تمہارے بابا سے ملے یہ ہر ملاقات میں موجود ہوتی تھی۔"

تقریب کے اختتام پر واپسی کے سفر میں اماں کو کچھ خیال آیا تو پوچھ بیٹھیں۔

عبیر جانتی تھی کبھی نہ کبھی یہ سوال ضرور کیا جائے گا لیکن وہ اپنی کمزوری کسی پر ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"ہاں زوبی آنٹی بہت جلد ہماری فیملی کا باضابطہ حصہ بننے والی ہیں۔ میں اسی شرط پر شادی پر راضی ہوئی تھی کہ ڈیڈی بھی اپنی نئی زندگی کا آغاز کریں۔ انہوں نے بہت تنہائی بھگت لی۔ میرے کہنے پر وہ زوبی آنٹی سے شادی پر راضی ہوئے ہیں۔"

یہ اس کے اپنے دل کا چور تھا جو وہ سب کو باور کروا رہی تھی کہ اس کی بات مان کر ڈیڈی شادی پر راضی ہوئے ہیں۔ وہ اپنے بگڑے میکے کا تاثر قائم رکھنا چاہتی تھی۔ کبھی کوئی یہ سمجھ بیٹھے کہ باپ اپنی مرضی

www.zemtime.com

اور پسند سے شادی رچا کر بیٹی سے غافل ہو جائے گا۔

"لیکن یہ عورت تو مرتضیٰ صاحب سے عمر میں بھی بہت بڑی لگتی ہے۔" حسنہ آپا نے تعجب کا اظہار کیا تھا۔

"عمروں کے فرق سے کیا ہوتا ہے۔ میاں بیوی میں انڈر اسٹینڈنگ ہونی چاہیے۔ ویسے بھی بیوہ خاتون ہیں انہیں سہارا مل جائے گا اور ڈیڈی کی تنہائی دور ہو جائے گی۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہو اللہ دونوں کو خوش رکھے اور عمروں میں بھی کہاں اتنا فرق ہوگا۔ وہ بے چاری دکھیاری عورت اپنی عمر سے بڑی لگتی ہوگی اور مرتضیٰ میاں تو ویسے ہی عمر چور ہیں، جب ہم پہلی بار ان سے ملے تو حیران رہ گئے تھے۔ وہ تو لڑکی کے باپ سے زیادہ بڑے بھائی دکھ رہے تھے۔" اماں مسکرا کر بولیں۔ عبیر کے لبوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میرے ڈیڈی عمر چور نہیں بلکہ وہ جتنے لگتے ہیں، اصل میں اس سے بھی دو چار برس کم کے ہی ہیں دراصل ڈیڈی میری دادی کے اکلوتے بیٹے تھے ان کی بائیسویں سالگرہ سے پہلے دادی نے ان کے سر پر سہرا سجا دیا تھا اور وہ تئیس سال کے تھے کہ میں ان کی گود میں آ گئی۔ ان کے جو ایک دو بچپن کے دوست ہیں سب کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، اور ڈیڈی نے بیٹی کی شادی بھی بھگتا دی۔"

بات کے آخر میں باپ پر آیا پیار کسی قدر خفگی میں بدل گیا تھا۔ گاڑی ڈرائیو کرتا حمدان دل ہی دل میں قدرے حیران تھا، اس لڑکی نے کتنی جلدی اس کی ماں بہن سے دوستی گانٹھ لی تھی۔ کس بے تکلفی سے یہ آپس میں محو گفتگو تھے کون کہہ سکتا تھا پٹر پٹر بولنے والی یہ ایک دن کی دلہن ہے۔

"تمہاری ماں بہت کم عمر لکھوا کر لائی تھی بیٹا! تمہارے باپ نے جس ہمت اور حوصلے سے تمہاری پرورش کی وہ قابل ستائش ہے۔ مناسب عمر میں تمہیں گھربار کا کر دیا۔ شریک سفر کے بغیر یہ سب مرحلے نمٹانا آسان نہیں۔"

اماں ڈیڈی کو سراہ رہی تھیں۔ وہ ان سے اختلاف تو کیا کرتی ایک پھیکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی۔

اس کے مستقبل کے حوالے سے ڈیڈی نے جو فیصلہ کیا، اس کا سبب ان کی عجلت پسندی بنی تھی یا یہ اس کا نصیب تھا۔ سپاٹ چہرے والے ڈرائیور کو دیکھ کر وہ فقط سوچ کر رہ گئی تھی۔

☆☆☆

حمدان کے سنگ نہ سہی مگر اس گھر میں وہ ایک نئی زندگی کا آغاز کر چکی تھی۔ یہ گھر ویسا گھر نہیں تھا جیسا وہ سوچ کر آئی تھی۔ وہ سسرال کا تصور ذہن میں بٹھا کر، سسرال والوں سے نمٹنے کے بلند و بانگ عزائم کے ساتھ یہاں آئی تھی لیکن اس گھر کو سسرال کہنا تو شاید لفظ سسرال کی بھی توہین ہی تھی۔ یہاں اسے ساس نے نند اور دیور سے نہیں بلکہ اماں، آپا اور کاشی سے واسطہ پڑا تھا۔

شروع شروع میں تو وہ یہ سمجھی تھی کہ وہ لوگ حالات کے پیش نظر، اس کے دباؤ میں آ کر اس سے اس قدر حسین سلوک برت رہے ہیں۔ لیکن جلد ہی اس کی یہ غلط فہمی دور ہو گئی۔

ان لوگوں کا تو خمیر ہی محبت اور مروت سے اٹھا تھا۔ ہاں اماں اور حسنہ آپا اپنے آپ کو مورد الزام ٹھہراتے ہوئے اس کے سامنے بار بار شرمندگی کا اظہار تو کرتی تھیں لیکن اسے اب ان کا شرمندہ ہونا خود شرمندگی میں مبتلا کر دیتا۔

"ہم نے سوچا تھا اتنی حسین اور کم عمر بیوی پا کر وہ فریحہ کو بھول بھال جائے گا لیکن یہ سب سوچتے ہوئے ہم نے تمہارے بارے میں نہیں سوچا۔ شادی کے بعد اگر شوہر ہی بیوی کو اس کا جائز مقام نہ دے تو لڑکی کی زندگی تو برباد ہی ہوگئی نا۔ حمدان سے زیادہ ہم تمہارے مجرم ہیں۔ ہمیں معاف کر دینا بیٹی۔"

اماں کے لہجے میں صدیوں کی تھکن ہوتی۔ اولاد کی خوشی دیکھنے کے معاملے میں وہ کتنی بدنصیب تھیں۔ برسوں پہلے بیٹی کی شادی کی، وہ شادی بھی کامیاب نہ ہوئی بیٹی اجڑ کر دوبارہ ان کی دہلیز پر آن

www.zemtime.com

بیٹھی۔ اب بیٹے کے سر پر سہرا سجایا تو وہ اپنی بیوی سے قطعی لاتعلق اب بھی اپنی محبوبہ کی زلف کا ہی اسیر تھا۔

ان کی شرمندگی کے اظہار پر عبیر اب ان سے باقاعدہ خفا ہو جاتی۔ ”مجھے یہ گھر سسرال نہیں بلکہ اپنا گھر لگنے لگا ہے۔ میری ساری زندگی بہت محرومیوں سے عبارت رہی ہے اماں! ہوش سنبھالا تو سر پر ماں کا سایہ نہ تھا بہن بھائی قدرت نے نہ دیے۔ میں تین سال کی تھی جب امی کو کینسر کی تشخیص ہوئی۔ ڈاکٹرز نے فیملی بڑھانے کی اجازت نہ دی۔ چھ سات برس تک امی کینسر کے ساتھ جنگ لڑتی رہیں کبھی وہ بیماری پر غالب آجاتیں کبھی بیماری انہیں پچھاڑ دیتی۔ آخرکار اس موذی مرض نے ہمیشہ کے لیے میری ماں کو چھین لیا۔ میرے پاس صرف ماں اور باپ کا رشتہ تھا ان دو میں سے بھی ایک رشتہ چھن گیا۔

دادی، دادا تو کب کے اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔ امی کے بعد دو برس تک نانی حیات تھیں تو کسی حد تک ان کی محبت ملی، ان کے بعد ماموں، ممانیوں نے پلٹ کر نہیں پوچھا۔ دنیا میں ڈیڈی میرا واحد رشتہ تھے۔ ڈیڈی نے مجھے بھرپور توجہ دی لیکن انہیں اپنے کام اور کاروبار کو بھی دیکھنا پڑتا تھا۔ میں نے اپنے گھر میں بے کیف صبحوں، اداس دوپہروں اور تنہا شاموں کے ساتھ زندگی گزاری ہے اماں! اس گھر میں آ کر میں نے پہلی بار رشتوں کا ذائقہ محسوس کیا ہے۔ ماں کی شفقت کیا ہے۔ بڑی بہن کا کیا روپ ہوتا ہے۔ چھوٹے بھائی کے لاڈ کیسے اٹھائے جاتے ہیں، یہ سب مجھے اس گھر میں آ کر پتا چلا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ مجھے حمدان نے بیوی کی حیثیت میں قبول نہیں کیا ہے لیکن مجھے یہاں آ کر اور اتنی محبتیں ملی ہیں کہ میں اپنی زندگی کی اس کمی پر بھی شاکر ہوں۔“ اس نے اماں کے ہاتھ تھام کر پورے خلوص سے اپنی دلی جذبات سے آگاہ کیا تھا۔

”میری بچی! اللہ تجھے خوش و خرم رکھے۔ شاد آباد رکھے۔“ اماں نے بے ساختہ اس کی پیشانی چوم لی تھی۔

”حمدان بدنصیب ہے جو ہیرے کی قدر نہیں کر رہا۔“ آنکھوں کی نمی پونچھتے ہوئے ان کی تان پھر وہیں ٹوٹی تھی۔

”آپ دعا کرتی رہیں اس کی بدنصیبی خوش نصیبی میں بدل جائے۔“ وہ ان کی گود میں سر رکھتے ہوئے مسکرا کر بولی۔

”میرا اللہ اس کی آنکھوں پر پڑا پردہ ضرور ہٹائے گا اسے جب ان لوگوں کی اصلیت پتا چلے گی، لوٹ کر یہیں آئے گا۔“ ان کے لہجے میں یقین تھا۔ عبیر نے مسکراتے ہوئے آمین تو کہہ دیا تھا۔ لیکن سچ تو یہ تھا کہ اسے ایسی کوئی خوش گمانی نہ تھی۔

☆☆☆

حمدان اس گھر میں مہمانوں کی طرح رات کے چند گھنٹے گزارنے آتا تھا۔ رات گئے وہاں سے لوٹتا تھا مزے کی بات تھی کہ وہ لوگ اسے کھانا کھلانے کا تکلف بھی نہیں کرتے تھے۔

حسنہ آپا اس کے انتظار میں جاگتی رہتی تھیں۔ وہ ہی اب تک اس کے کپڑے لتے کی ذمہ داری نبھا رہی تھیں۔ دھلے دھلائے استری شدہ کپڑے، چمکے چمکائے جوتے، مزے دار ناشتہ، آفس کے لیے تیار لنچ باکس۔ وہ بنا ماتھے پر شکن لائے سارے کام انجام دیتیں۔

حمدان تنخواہ کا ایک حصہ گھر دے کر اپنے تئیں ساری ذمہ داریاں بھگتا دیتا۔ آفس جانے سے پہلے کھڑے کھڑے رسمی انداز میں اماں کی خیریت اور ان کی دوائیوں کے بارے میں پوچھ کر اچھا بیٹا ہونے کا ثبوت بھی دے دیتا۔

عبیر کو اس سے یا اس کو عبیر سے کوئی سروکار نہ تھا۔ وہ رات گئے گھر آتا تو عبیر گہری نیند سوئی ہوتی۔ صبح اگر اس کے آفس جانے سے پہلے جاگ بھی جاتی تو اس سے ہم کلام ہونے کی ضرورت محسوس نہ کرتی۔

اس گھر میں اس کے لیے بہتیری مصروفیات تھیں۔ چھوٹا سا باغیچہ جو اس کی شادی سے پہلے اجڑی حالت میں تھا اب سرسبز و شاداب ہو چکا تھا۔ کاشی کے پالتو پرندے بھی اب دیور، بھابھی دونوں کی

www.zemtime.com
ZEMTime

مشترکہ ذمہ داری تھے۔ کاشان کو پڑھائی میں بھی اس کی مدد درکار ہوتی۔

عمیر خود ایک اوسط درجے کی اسٹوڈنٹ سہی مگر اچھے تعلیمی اداروں میں پڑھنے کی وجہ سے اسے انگریزی زبان پر مکمل عبور حاصل تھا۔ کاشان کی اسپوکن بھی کمزور تھی اور گرامر بھی۔ عمیر بہت توجہ اور دل جمعی سے اسے پڑھانے کی ذمہ داری اٹھائے ہوئے تھی۔ کرکٹ بھی دونوں کا مشترکہ شوق اور دلچسپی تھی۔ میچ پاکستان کا ہوتا تو وہ پورے اہتمام سے میچ دیکھتے۔ کولڈ ڈرنک، چپس نمکو، پکوڑوں کا دور چلتا رہا اور ہر اچھے شاٹ یا مخالف ٹیم کی وکٹ گرنے پر مل کر شور مچاتے۔

حسنہ آپا کے بار بار منع کرنے کے باوجود وہ گھر کے کاموں میں ان کا بھرپور ہاتھ بٹاتی۔ ہاں ان کے لاٹ صاحب بھائی کا کوئی کام کرنا اسے ہرگز گوارا نہ تھا اس کے علاوہ وہ ہر ممکن کوشش کرتی کہ حسنہ آپا کو زیادہ سے زیادہ آرام دے۔

اس گھر میں اگر اسے کسی پر سب سے زیادہ ترس آتا تو وہ حسنہ آپا ہی تھیں۔ اپنی ذات یکسر فراموش کرتے ہوئے گھر کے ہر بندے کی خدمت کے لیے مستعد اور چاق و چوبند۔ وہ اچھی بھلی خوش شکل تھیں لیکن اپنے آپ پر ذرا توجہ نہ دیتیں۔

”طلاق یافتہ ہونے کا یہ مطلب نہیں حسنہ آپا! کہ آپ زندگی کا ہر رنگ اور ہر خوشی خود پر حرام کرلیں اور یہ آپ کیا بڈھوں جیسا حلیہ بنائے پھرتی ہیں۔ خود پر توجہ دیا کریں۔ آپ بہت خوب صورت ہیں اور زندگی بھی اتنی بدصورت نہیں۔ زندگی کی رعنائیوں میں سے اپنا حصہ ضرور لیں۔“ وہ انہیں پیار سے سمجھاتی۔

”زندگی کی رعنائیوں میں اب میرا کوئی حصہ نہیں۔ میں اپنی زندگی جی چکی ہوں چندا!“

ان کے لبوں پر مغموم سی مسکراہٹ پھیل جاتی۔ عمیر کا بس نہ چلتا وہ کیسے ان کے لبوں کو مسکرانے پر مجبور کردے۔ کیسا ظالم انسان تھا جو اس خوب صورت اور خوب سیرت بیوی کو طلاق کا پروانہ تھما کر خود ایک ہنستی بستی نئی زندگی کا آغاز کر چکا تھا۔ اس ظالم انسان سے بڑھ کر ظالم وہ بھائی تھا۔ جو بہن کی اجڑی زندگی کا سبب اس کی اپنی عادتوں کو قرار دیتے ہوئے اپنی محبت میں مست، مگن تھا۔

”میں نے آپ کے ساتھ اتنا کم وقت گزارا ہے۔ مجھے آپ کے مزاج اور عادتوں کا اتنی اچھی طرح پتا چل گیا ہے تو آپ کا وہ عقل کا اندھا بھائی کیسے کہتا ہے کہ آپ کے گھر نہ بسانے کا سبب آپ خود تھیں۔“ اماں سے حسنہ آپا کی بیتی زندگی کی ساری کہانی سن کر وہ حسینہ آپا کے ہی سر ہو جاتی۔

”وہ وہی کہتا ہے جو فریحہ کہتی ہے۔ میں زبان دراز تھی۔ توقیر کو اس کی ماں، بہنوں کے خلاف ورغلاتی تھی۔ میری وجہ سے اس گھر میں ہر وقت ٹینشن پھیلی رہتی تھی، میں نے توقیر کو اس کی اکلوتی لاڈلی بہن سے بدگمان کرنے کی بھی بہت کوشش کی، میری وجہ سے توقیر پردیس جا بسا اور میری وجہ سے ہی وہ ماں بیٹی اپنے بیٹے اور بھائی کی شکل دیکھنے کو ترس گئے ہیں۔“

حسنہ آپا پھیکی مسکراہٹ لبوں پر سجائے اپنے خلاف چارج شیٹ پڑھ کر سنا رہی تھیں۔ عمیر تاسف بھرے انداز میں انہیں دیکھے گئی۔

”سچ کہوں تو عمیر! بیتے برسوں میں، میں نے اپنے متعلق یہ سب اتنے تواتر سے سنا ہے کہ مجھے کبھی کبھی تو لگتا ہے کہ وہ لوگ سچے اور میں خود جھوٹی ہوں۔“

”آپ نے کبھی حمدان کو اپنی طرف کا سچ بتانے کی کوشش کیوں نہ کی؟“ وہ ناراض ہوتے ہوئے پوچھتی۔

”شروع شروع میں کرتی تھی، وقتی طور پر حمدان یقین بھی کر لیتا تھا لیکن فریحہ کے آنسو میری باتوں سے زیادہ طاقت ور ہیں۔ وہ توقیر کو بھی ان آنسوؤں سے اپنا ہم نوا بنا لیتی تھی۔ جب مجھے احساس ہو گیا کہ حمدان کے لیے فریحہ کا سچ ہی قابل اعتبار ہے تو میں نے اپنا سچ اپنے پاس رکھ لیا۔“ وہ دھیرے سے بولی تھیں۔

”فریحہ سے اس دھواں دھار عشق کے باوجود وہ مجھ سے شادی پر راضی کیسے ہو گیا۔“ عمیر حیران تھی۔

”وہ فریحہ کو ہی اس گھر میں دلہن بنا کر لانا چاہتا

www.zemtime.com

تھا۔ اماں اپنی تمام تر نرم مزاجی کے باوجود اس بات پر راضی نہ تھیں۔ ہر دوسرے دن گھر میں یہ ہی بحث چھڑتی پھر اس روز اماں کا بی پی خطرناک حد تک ہائی ہو گیا۔ خدا نے کرم کیا کہ ناک سے خون آ گیا ورنہ برین ہیمرج کا خطرہ تھا۔

ڈاکٹرز نے اماں کی ممکنہ کنڈیشن کا ایسا ہیبت ناک نقشہ کھینچا کہ وہ مجبور ہو کر اماں سے اقرار کر بیٹھا کہ وہ اماں کی بات مان لے گا۔ اسے اندازہ نہ تھا کہ اماں اس برق رفتاری سے اس کا رشتہ بھی طے کر دیں گی۔ پھر جو ہوا میں اسے معجزہ ہی کہوں گی جانے کیسے اس نے دل پر پتھر رکھ کر اپنے قول اور اماں کی زبان کا پاس رکھا۔ ہمیں لگتا تھا کہ وہ یہ قول شادی کے بعد بھی نبھائے گا۔ رشتہ جڑنے کے بعد اسے ایمان داری سے نبھائے گا۔ کیا خبر تھی کہ وہ پھر سے اپنی ہٹ دھرمی پر اتر آئے گا۔“

ان کے کہنے پر عبیر نے ٹھنڈی سانس بھری۔

”میاں بیوی کے رشتے میں اللہ نے بہت کشش رکھی ہے عبیر! تم اسے اپنی طرف ملتفت کرنے کی کوشش تو کر سکتی ہو۔ چند گھنٹوں کے لیے سہی وہ گھر آتا تو ہے۔ بناؤ سنگھار کر کے اس کا استقبال کرو۔ تمہاری بری کے کپڑے کتنے خوب صورت ہیں۔ اتنے چاؤ سے بنوائے تھے ہم نے تم کوئی خوب صورت سا جوڑا پہن کر اچھا سا میک اپ کر کے......“

”پلیز حسنہ آپی!“ عبیر نے یکدم ان کی بات کاٹی۔ ”میری بھی خواہش ہے کہ میں حمدان کے سنگ ایک نارمل زندگی جیوں لیکن میں ہرگز نہیں چاہتی کہ وہ کسی وقتی کشش کے زیر اثر مجھ تک آئے۔ رشتہ تب ہی پائیدار ہوتا ہے جب دونوں فریق پوری دلی آمادگی کے ساتھ ایک دوسرے کو قبول کریں اور بہر حال مجھے اپنی عزت نفس کسی بھی دوسری چیز سے زیادہ عزیز ہے۔“

اس نے صاف اور واضح الفاظ میں اپنا موقف بتا دیا تھا۔

بات غلط نہ کی حسنہ آپا سے اختلاف کریں لیکن وہ دل کی گہرائیوں سے اس کامنی سی لڑکی کی خوشیوں بھری زندگی کے لیے دعاگو تھیں۔ عین یہ ہی جذبات ان کے لیے اس کامنی سی لڑکی کے بھی تھے۔

قدرت نے پہلے ایک کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخش دیا تھا۔

☆☆☆

شادی کے بعد عبیر محض دو تین بار میکے گئی تھی۔ پہلی بار اماں نے بہت منت سماجت کر کے حمدان کو بھی اس کے ہمراہ بھیجا تھا۔ ڈنر کے بعد وہ کسی مصروفیت کا بہانا کر کے اجازت لے کر چلا گیا تھا۔ اس کے بعد عبیر نے اماں کو منع کر دیا تھا کہ وہ حمدان کو ساتھ جانے پر مجبور نہ کیا کریں۔

وہ کاشی کے ساتھ چلی جاتی اور ڈیڈی کے پاس چند گھنٹے گزار کر کاشی کے ہمراہ ہی واپس لوٹ آتی۔ ڈیڈی نے دو تین بار حمدان کے بارے میں استفسار ضرور کیا لیکن اس نے اس کے آفس ٹائمنگ کا ٹف شیڈول بتا کر انہیں مطمئن کر دیا تھا۔

آج کل کاشی کے پیپرز ہو رہے تھے جس کی وجہ سے وہ بہت دنوں سے ڈیڈی کی طرف چکر نہ لگا پائی تھی۔ ڈیڈی خود آج کل مصروف تھے۔ انہوں نے اپنی شادی کی ڈیٹ فکس کر لی تھی۔ عبیر کو بھی آگاہ کر دیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ ڈیڈی سادگی سے شادی بھگتانا چاہ رہے ہوں گے لیکن زوبی آنٹی کی فرمائشوں کی وجہ سے وہ آج کل ٹھیک ٹھاک مصروف ہوں گے وہ ایسے میں ڈیڈی کی مصروفیت میں مخل نہ ہونا چاہتی تھی لیکن اس دن ڈیڈی کا خود ہی فون آ گیا۔

”بہت مصروف ہو گئی ہو بیٹا۔ باپ کو تو بالکل ہی بھلا دیا۔“ اس کے سلام کا جواب دے کر انہوں نے تھکے تھکے انداز میں شکوہ کیا۔

”کیا ہوا ہے ڈیڈی؟ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔“ وہ ان کی آواز اور انداز پر ٹھٹکی تھی۔

”ٹھیک ہوں بیٹا! مجھے کیا ہونا۔“ دوبارہ اسی انداز میں جواب دیا۔

www.zemtime.com
ZEMTime

"نہیں، آپ مجھے ٹھیک نہیں لگ رہے۔ زوبی آنٹی کہاں ہیں اور آپ لوگوں کی شادی کی تیاری کہاں تک پہنچی۔" اس نے پوچھا۔

"نام نہ لو اس حرافہ کا میرے سامنے۔" وہ متنفر بھرے لہجے میں بولے۔

"حرافہ؟" عمیر کو تو گویا چار سو چالیس واٹ کا کرنٹ لگا تھا۔

"تم آجاؤ بیٹا! تمہارے باپ کو اس وقت تمہاری ضرورت ہے۔" ڈیڈی ضرورت سے زیادہ نڈھال تھے۔

"میں پہنچتی ہوں ڈیڈی! آپ فکر نہ کریں۔ آ رہی ہوں میں۔" اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اڑ کر ڈیڈی کے پاس پہنچ جائے۔

"میں گھر جا رہی ہوں اماں! ڈیڈی کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں۔"

"ارے رکو تو سہی کاشی کو تو آ لینے دو۔" اماں نے اسے روکنا چاہا۔

"میں ٹیکسی سے چلی جاؤں گی۔" وہ ہوا کے گھوڑے پر سوار تھی۔ اماں ارے، رے ہی کرتی رہ گئیں۔

ڈیڈی کے پاس پہنچی تو وہ غم سے نڈھال تھے۔

"کیا ہو گیا ہے ڈیڈی! کہیں زوبی آنٹی سے کوئی جھگڑا وگڑا تو نہیں ہو گیا۔" عمیر کی سوچ کے گھوڑے بس یہیں تک دوڑ پائے تھے۔

"زوبی نہیں زبیدہ بیگم۔" ڈیڈی چبا چبا کر بولے۔ عمیر نے حیرت سے انہیں دیکھا مگر کچھ بولنے کے بجائے ان کے مزید بولنے کا انتظار کیا۔

"عمر میں بھی مجھ سے دو چار نہیں پورے آٹھ برس بڑی تھی۔"

"لگتا ہے آپ نے ان کا شناختی کارڈ دیکھ لیا۔ عورتیں عمر بتاتے ہوئے ڈنڈی مار لیتی ہیں ڈیڈی! اس میں ایسا کیا غضب ہو گیا۔" اس کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ڈیڈی اس بات کی وجہ سے اتنے سنجیدہ ہیں۔

"دو چار برس کی بات ہوتی بیٹا! تو میں ڈنڈی مارنے کا مارجن دے دیتا۔ یہ تو ڈنڈی نہیں سراسر ڈنڈا تھا۔" ڈیڈی حد سے زیادہ برہم تھے۔

"تو آپ ان کی غلط بیانی پر ان سے خفا ہیں۔" عمیر نے پوچھا۔

"بات غلط بیانی کی ہوتی تو خیر تھی بیٹا! شکر کرو میں اس عورت کے غلط ارادوں کی بھینٹ نہیں چڑھا۔ اللہ نے تمہارے ڈیڈی کی جان بچالی۔"

"آپ پہیلیاں کیوں بجھوا رہے ہیں ڈیڈی! کھل کر بتائیں۔" عمیر قدرے جھنجلائی تھی۔ ڈیڈی نے ٹھنڈا سانس بھرا۔

"پرسوں وہ عورت میرے ساتھ شادی کا جوڑا لینے کے لیے شاپنگ مال گئی، وہاں اللہ نے طیب کو فرشتہ بنا کر بھیج دیا۔ طیب یاد ہے نا تمہیں میرا دوست بہت عرصے بعد اس سے ملاقات ہوئی۔ جب سے اس نے حیدرآباد میں گارمنٹس کا کام شروع کیا ہے وہ وہیں کا ہو کر رہ گیا ہے۔ طیب زبیدہ بیگم کو دیکھ کر چونکا تو وہ زبیدہ بیگم بھی اسے دیکھتے ہی طبیعت خرابی کا بہانہ بنا کر رفو چکر ہو گئی۔ میں تو پریشان ہو کر اس کے پیچھے لپک رہا تھا۔ طیب نے ہی مجھے روکا اور اسی نے مجھے اس عورت کی اصلیت بتائی۔ وہ محض بیوہ نہیں اس سے پہلے دو بار کی مطلقہ بھی تھی۔ تیسری طیب کے چچا زاد بھائی سے شادی رچائی طیب کا کزن میری طرح رنڈوا تھا اور بے چارہ بے اولاد بھی۔ اچھا بھلا ہٹا کٹا انسان شادی کے کچھ عرصے بعد ہی جس انداز میں اللہ کو پیارا ہوا خاندان والوں کو وہ طبعی موت نہیں بلکہ پلاننگ کے تحت کیے جانے والا قتل لگی تھی۔

اس عورت کے خلاف ڈھیروں ثبوت بھی پولیس کے ہاتھ لگے تھے۔ کچھ عرصے کے لیے جیل کی ہوا کھائی لیکن اس شاطر عورت نے جو پیسہ سابقہ شوہروں سے ہتھیایا تھا وہ پانی کی طرح بہا کر اپنے اوپر لگا قتل کا داغ دھو ڈالا۔ مرحوم بے اولاد تھا۔ بھائی ملک سے باہر۔ طیب وغیرہ نے ایک حد تک تو کیس کی پیروی مگر اس مصروف دور میں کون مرے ہوؤں کی خاطر وقت اور پیسہ لگاتا ہے۔

www.zemtime.com

عدم پیروی اور پولیس کی نالائقی اور ملی بھگت کے سبب تگڑے ثبوت ناکافی ثبوتوں میں بدل گئے اور یہ عورت کسی اور تگڑے مرغے کو پھانسنے کے لیے رہا ہوگئی۔ میرے تو سوچ کر رونگٹے کھڑے ہو رہے ہیں کہ اگر طیب مجھے نہ ملتا تو یہ عورت میرا کیا حشر کرتی۔ میرا پیسہ ہتھیا کر پھر سے خود پر مطلقہ کا ٹھپہ لگوائی یا بیوہ ہونا پسند کرتی۔"

"او مائی گاڈ۔" عبیر کو یہ سن کر باقاعدہ جھرجھری آگئی تھی۔ "اللہ کا شکر ہے ڈیڈی! آپ محفوظ رہے۔" اس نے فرط جذبات سے ان کے ہاتھ چوم لیے تھے۔

"میں تم سے شرمندہ ہوں بیٹا! تم نے کتنی بار اس عورت کے لیے اپنی ناپسندیدگی ظاہر کی، اس کی ہیرا پھیریوں کے متعلق مجھے بتانے کی کوشش کی اور میں یہ سمجھتا رہا کہ یہ صرف تمہاری جیلسی ہے کہ تم اسے اپنے باپ کی زندگی میں برداشت نہیں کر پا رہی ہو۔"

ڈیڈی کو اب جا کر احساس ہو رہا تھا کہ عبیر نے کب کب انہیں زوبی کے متعلق بتانے کی کوشش کی تھی۔

"اس عورت کی حرکتیں تو مجھے ہمیشہ ہی قابل اعتراض لگتی تھیں ڈیڈی! لیکن وہ اتنے کرمنل ریکارڈ کی مالک ہوگی یہ میں نے سوچا بھی نہ تھا۔" عبیر خود شاک کی حالت میں تھی۔

اس نے بہت بار زوبی کو گھر کی چیزوں پر ہاتھ صاف کرتے دیکھا۔ ایک بار تو اس نے عبیر کی سونے کی چین تک چرائی تھی جو اس کی مرحومہ ماں کی نشانی تھی۔ عبیر نے ڈیڈی کے سامنے برملا اپنے شک کا اظہار کیا تھا کیونکہ گھر کے ہر کونے تک صرف زوبی کی رسائی تھی۔ ڈیڈی نے چین کے گم ہونے کو بیٹی کی لاپروائی قرار دیا تھا، ان کے خیال میں وہ قیمتی چین کہیں گرا بیٹھی ہے۔

عبیر کو یاد تھا کہ وہ جس وقت نہانے کے لیے واش روم گئی تھی تو اس وقت اس کے کمرے میں زوبی آنٹی ہی آئی تھیں۔ وہ تو ان کی پائی پائی کی تک تک سے بھی ان کو بتا دیکھے پہچان لیتی تھی لیکن ڈیڈی عبیر کی بات سن کر اس پر باقاعدہ بگڑ گئے تھے۔

اس دن کے بعد عبیر نے اپنی قیمتی چیزوں کی ٹھیک سے حفاظت تو شروع کر دی لیکن ڈیڈی سے زوبی آنٹی کے خلاف کچھ بھی کہنا بند کر دیا۔ وہ عورت تو اتنی گری ہوئی حرکتیں کرتی تھی کہ فریزر سے گوشت کے پیکٹ اور فریج سے دودھ کے ڈبے تک اٹھا کر چپکے سے چلتی بنتی۔

عبیر شروع شروع میں تو خوب کڑھتی پھر یہ سوچ کر خود کو سمجھا لیا کہ آنے والے کل میں اس عورت نے اس گھر کی باقاعدہ مالکن بن ہی جانا ہے تو ان ذرا ذرا سی چیزوں کی چوری پر اپنا دل کیوں جلائے۔

وہ اسے چھوٹی موٹی چورنی سمجھتی رہی لیکن وہ تو اتنی خطرناک عورت نکلی۔ اس وقت ڈیڈی کو مزید کچھ جتانا ان کے زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف تھا۔ یہ باپ کو تسلی دینے اور ان کی دل جوئی کرنے کا موقع تھا نہ کہ ان کو ماضی کی باتیں یاد دلا کر شرمندہ کرنے کا۔

وہ اتنے دل گرفتہ تھے کہ عبیر نے گھر واپس جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اماں کو فون کر کے اس نے دو تین دن یہیں رکنے کا کہہ دیا۔

رات گئے اس کے فون پر حمدان کی کال آئی۔ سپاٹ سے انداز میں وہ اس کے باپ کی خیریت دریافت کر رہا تھا۔ عبیر کے لبوں پر پھیکی مسکراہٹ پھیل گئی یہ یقیناً اماں کی زور، زبردستی کا نتیجہ ہوگا۔

"اگر انکل کو ڈاکٹر کے پاس لے کر جانے کے لیے میری مدد کی ضرورت ہو تو بتا دینا میں آجاؤں گا۔" لٹھ مار انداز میں اپنی خدمات بھی پیش کر دیں۔

"اس کی ضرورت نہیں۔ ڈیڈی کافی بہتر ہیں۔ شکریہ۔"

اس نے بھی اسی سپاٹ سے انداز میں جواب دیا تو دوسری طرف سے اوکے کہہ کر فون بند کر دیا گیا البتہ اگلے دن اماں اور حسنہ آپا ڈیڈی کی خیریت دریافت کرنے آگئے تھے۔

حسنہ آپا مریض کے لیے سوپ بنا کر لائی تھیں۔ ڈیڈی بے چارے وضاحت بھی نہ کر پائے

کہ وہ بیمار نہیں فقط زود رنج ہیں۔ خیر حسنہ آپا کا لایا سوپ انہوں نے بہت رغبت سے پیا تھا۔ غنیمت رہا کہ اماں کو زوبی آنٹی کے متعلق پوچھنا یاد نہ رہا لیکن تین دن بعد جب عبیر گھر گئی تو اس نے اماں اور حسنہ آپا سے کچھ نہ چھپایا۔ شادی کے شروع شروع میں وہ اپنا بھرم قائم رکھنے کی کوشش میں ہلکان رہتی تھی لیکن اب اسے اپنا وہ رویہ بے وقوفی لگتا تھا۔

اماں تو اب اس کی اماں تھیں اور حسنہ آپا بڑی بہن کی جگہ لے چکی تھیں ان لوگوں سے اپنے مسئلے چھپانے سے کیا حاصل تھا۔ دونوں کو ہی ڈیڈی کا قصہ سن کر ان سے دلی ہمدردی ہوئی تھی۔

''فکر مت کرو بیٹا! بلکہ شکر کرو کہ اس عورت سے مرتضیٰ میاں کی جان چھوٹ گئی اللہ کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے اللہ تمہارے باوا کو کسی نیک اور صالح عورت کا ساتھ نصیب کرے سمجھاؤ انہیں کہ ایک عورت سے دھوکا کھا کر اپنا دل چھوٹا نہ کریں اللہ بہتر نعم البدل عطا کرے گا۔''

اماں اپنے مخصوص مشفقانہ انداز میں سمجھا رہی تھیں ان کی بات سن کر اس کے ذہن میں کوندا سا لپکا۔

''بہترین نعم البدل۔'' اس نے زیر لب دہرایا تھا۔ پھر کچھ سوچ کر اس کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔

☆☆☆

دو چار دن نہیں اس نے پورا مہینہ اس بات پر غور و خوض کیا تھا پھر بہت ہمت کر کے اپنا مدعا لے کر اماں کے پاس جا پہنچی وہ اس کی بات سن کر اتنی ہی حیران ہوئیں جتنی اسے توقع تھی۔

''حسنہ اور مرتضیٰ میاں لیکن یہ کیسے ممکن ہے۔''

وہ حیرانی بھرے لہجے میں استفسار کر رہی تھیں۔

''اس میں ناممکن والی تو کوئی بات نہیں اماں! حسنہ آپا ساری زندگی تنہا تو نہیں گزاریں گی نا۔ میں نے خود آپ کو کتنی بار رب کے حضور گڑگڑاتے سنا ہے آپ کی اپنی بھی یہ ہی خواہش ہے کہ وہ از سر نو گھر بسا کر ایک خوش و خرم زندگی گزاریں۔ اگر میرے ڈیڈی سے ان کا رشتہ جڑ جاتا ہے تو نہ صرف میرے ڈیڈی کا بھلا ہو جائے گا بلکہ حسنہ آپا بھی ایک بھرپور زندگی جی پائیں گی۔ اس بارے میں سوچیں تو سہی۔''

وہ اماں سے منت بھرے لہجے میں مخاطب تھی لیکن ان کے چہرے پر پھیلا تذبذب کم نہ ہوا۔

''ڈیڈی کی عمر کچھ اتنی زیادہ بھی نہیں۔ وہ خوش شکل ہیں۔ مالی لحاظ سے مستحکم پھر بے انتہا شریف۔ اپنے ڈیڈی کے کردار کی گواہی مجھ سے بہتر کون دے سکتا ہے۔ جب وہ مسلسل تنہائی اور اکیلے پن سے گھبرا گئے تب بھی انہوں نے کبھی کسی غلط راستے کی طرف قدم نہ بڑھائے! وہ از سر نو نکاح کے مقدس بندھن میں بندھنا چاہتے تھے۔ بس ان سے شریک حیات کے انتخاب میں غلطی ہو گئی، میں نہیں چاہتی وہ دوبارہ کسی ایسی غلطی کا ارتکاب کر لیں۔

میرے ڈیڈی جتنے اچھے ہیں وہ اتنی ہی اچھی شریک سفر ڈیزرو کرتے ہیں اور مجھے ان کے لیے حسنہ آپا سے بہتر کوئی نہیں لگا۔ پلیز اماں آپ میرے ڈیڈی کے بارے میں سوچیں تو سہی۔ اس کا بس نہ چل رہا تھا کہ وہ ان کے لبوں سے فوراً اقرار سن لے۔

''مرتضیٰ میاں کی اچھائیوں سے کس کو انکار ہے بیٹا! جس شخص نے تن تنہا اپنی بیٹی کی پرورش اتنے بہترین خطوط پر کی ہے، وہ خود کیسا ہوگا اس بارے میں کوئی دو رائے ممکن ہی نہیں۔ اگر حسنہ کی زندگی میں ان جیسا شخص آتا ہے تو یہ حسنہ کی خوش قسمتی ہوگی میں مرتضیٰ میاں کی وجہ سے رشتے سے انکاری نہیں ہوں بیٹا لیکن مجھے حسنہ کا جواب پتا ہے وہ دوسری شادی پر ہامی بھرتی تو اب تک میں اس کے فرض سے فارغ نہ ہو چکی ہوتی۔ اس کی طلاق کے بعد برے، بھلے دو چار رشتے تو آئے تھے لیکن اس نے جیسے قسم کھا رکھی ہے کہ وہ دوسری شادی کے بارے میں سوچے گی بھی نہیں۔

وہ اپنے پہلے تجربے سے ہی اتنی خوف زدہ ہے کہ دوبارہ اس تجربے سے گزرنے کی ہمت نہیں کر پائی اور پھر رشتہ تمہارے باوا کا ہے تو حمان بھی کہاں مانے گا۔'' اماں نے ٹھنڈی سانس بھری۔

''اپنے لاٹ صاحب بیٹے کو تو رہنے دیجیے آپ

www.zemtime.com

مجھے اپنا فیصلہ بتایئے اگر آپ راضی ہوں تو پہلے میں ڈیڈی کی رائے لوں گی اور اس کے بعد حسنہ آپا ۔ کو کیسے مناتی ہوں، یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیجیے۔'' عبیر ضرورت سے زیادہ پراعتماد تھی۔

''اگر حسنہ کو راضی کرسکتی ہو تو کرلو بیٹا! میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔'' اماں نے بالآخر گرین سگنل دے دیا۔

''تھینک یو اماں! تھینک یو سو مچ۔'' وہ خوشی کے مارے ان سے لپٹ گئی تھی۔

☆☆☆

ڈیڈی کے سامنے یہ پروپوزل رکھا تو وہ بھی جی بھر کر حیران ہوئے تھے لیکن یہ بڑی خوش گوار سی حیرت تھی وہ تو زبیدہ عرف زوبی سے دھوکہ کھانے کے بعد اتنے دل برداشتہ ہوگئے تھے کہ دوبارہ شادی کا خیال ہی ذہن سے نکال دیا تھا لیکن تنہائی کا عفریت انہیں پہلے سے بڑھ کر خوف زدہ کررہا تھا انہیں سمجھ نہیں آرہا تھا کہ باقی ماندہ زندگی کس کے سہارے جئیں گے دوبارہ کسی سے دھوکہ کھانے کی ہمت بھی نہ تھی۔ اب ان کی بیٹی نے انہیں کیسا مژدہ جاں فزا سنا دیا تھا کتنی بھلی عورت تھی اس کی نند، اداس آنکھوں اور صبیح چہرے والی وہ عورت جس کی اچھائیوں کی معترف ان کی اپنی بیٹی تھی۔

حسنہ آپا، حسنہ آپا کرتے اس کی زبان نہ تھکتی وہ برملا اقرار کرتی تھی حسنہ کی صورت میں اسے بڑی بہن مل گئی ہے عبیر کی مردم شناسی پر تو اب انہیں بھرپور یقین آچکا تھا۔ تھوڑا سا سوچ کر ہی انہوں نے بیٹی کے سامنے اس رشتے پر دلی آمادگی ظاہر کردی تھی۔

''لیکن ایک بات ذہن میں رکھیے گا ڈیڈی! آپ کبھی بھی حسنہ آپی اور اپنے رشتے کو میرے اور حمدان کے تعلقات کے تناظر میں نہیں برتیں گے۔'' عبیر نے باپ کو باور کروانا ضروری سمجھا۔

''کیوں تمہارے اور حمدان کے تعلقات کو کیا ہوا۔ سب کچھ ٹھیک تو ہے ناں تمہارے بیچ۔'' وہ یکدم فکرمند ہوئے۔

''سب ٹھیک ہے ڈیڈی! لیکن میاں بیوی کے رشتے میں اتار چڑھاؤ تو آتے ہیں نا۔ روٹھنا، منانا چھوٹی بڑی لڑائیاں یہ سب معمول کا حصہ ہوتی ہیں اگر آپ مجھے یقین دہانی کرواتے ہیں کہ حسنہ آپا کو صرف اپنی بیوی سمجھیں گے، کبھی بھی حمدان کی بہن یا میری نند سمجھ کر برتاؤ نہیں کریں گے تو میں حسنہ آپا کو منانے پر کمر کس سکتی ہوں۔''

''نکاح کا مطلب ہے بیٹے! کہ آپ اللہ رسول کو گواہ بنا کر کسی کو اپنی زندگی کا حصہ بناتے ہیں۔ میں اگر نکاح کروں گا تو پوری نیک نیتی کے ساتھ اس رشتے کو نبھاؤں گا۔''

ڈیڈی سنجیدگی سے بولے تھے۔ عبیر نے محبت سے باپ کو دیکھا اور مسکرادی جو مرحلہ اسے سب سے آسان لگتا تھا وہ ہی سب سے مشکل ثابت ہوا۔ نرم خو اور مہربان سی حسنہ آپا جو کبھی کسی معاملے میں عبیر کو ناں کرتی ہی نہ تھیں اب ان کی ناں ہاں میں نہ بدل رہی تھی۔ عبیر انہیں سمجھا سمجھا کر تھک چکی تھی۔

''میں تمہیں کتنی بار کہوں چندا! کہ میں مرتضیٰ صاحب سے شادی نہیں کرسکتی۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے اب اس معاملے پر ہمارے درمیان آئندہ بحث نہیں ہوگی۔'' انہوں نے قطعی انداز میں عبیر کو باور کروانا چاہا۔

''ہمارے درمیان اس وقت تک بحث ہوتی رہے گی جب تک آپ کی ناں ہاں میں نہیں بدلے گی۔'' عبیر نے بھی اٹل انداز اختیار کیا۔ حسنہ نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

''عورت اپنی زندگی میں آنے والے پہلے مرد کو کبھی نہیں بھول سکتی جو ایک بار اس کے جسم وجاں کا مالک بن جاتا ہے وہ دوبارہ کسی اور کو جگہ دینا اس کے لیے بہت مشکل ہوتا ہے۔'' وہ تھکے تھکے لہجے میں بولی تھیں۔

عبیر نے گہری سانس اندر کھینچی پھر محبت سے ان کے ہاتھ تھامے۔

''میں جانتی ہوں آپا! کہ آپ نے توقیر

www.zemtime.com

صاحب لوٹوٹ کر چاہا تھا آپ اگر ان کی بیوہ ہوئیں تو میں آپ کے جذبات اور آپ کی رائے کا احترام کرتی، اگرچہ ہمارے مذہب میں بیواؤں کی دوسری شادی پر بھی قطعی کوئی ممانعت نہیں لیکن آپ اس شخص کی وجہ سے اپنے اوپر، خوشیوں کا دروازہ بند کرے بیٹھی ہیں جو آپ کو اپنی زندگی سے کب کا نکال کر خود ایک ہنستی مسکراتی زندگی جی رہا ہے۔ مجھے آپ کی منطق بالکل سمجھ میں نہیں آتی۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ بس میں اپنے اندر دوبارہ کسی اور تجربے کی ہمت نہیں پاتی۔" حسنہ اس سے نگاہیں چرا کر بولی تھیں۔

"میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ میرے ڈیڈی آپ کو بہت خوش رکھیں گے۔ آپ ان کے ساتھ ایک خوش گوار زندگی گزاریں گی۔" اس نے انہیں ایک بار پھر یقین دلانا چاہا تھا۔

"مرتضیٰ صاحب بہت اچھے ہیں میں ان کی بہت عزت کرتی ہوں لیکن چندا......" وہ اس کی ضد سے عاجز آکر اسے کچھ سمجھانا چاہ رہی تھیں۔ عمیر نے ان کی بات مکمل نہ ہونے دی۔

"آپ بھلے سے ان کی عزت نہ کریں بس ان سے شادی کرلیں۔ مجھے یقین ہے شادی کے بعد آپ ان سے محبت، عزت سب کرنے لگیں گی۔"

اس کی بات سن کر وہ پھیکا ہنس دی تھیں۔

اپنی کوئی دلیل کارگر نہ ہوتی دیکھ کر عمیر نے انہیں تصویر کا ایک اور رخ دکھانا چاہا۔

"اچھا ٹھیک ہے آپ میرے ڈیڈی یا کسی اور ایکس وائے زیڈ سے شادی نہیں کرتیں آپ کو اچھی طرح پتا ہے کہ آپ کے بھائی نے جلد یا بدیر فریحہ سے شادی کرنی ہی کرنی ہے۔ میرے منہ میں خاک لیکن حمدان صرف اماں کی زندگی تک مجبور ہے۔ اس گھر میں بالآخر فریحہ نے ہی آنا ہے پھر بتائیں یہاں آپ کی کیا حیثیت ہوگی، اس نے اپنے گھر میں آپ کو برداشت نہیں کیا تھا یہاں آپ کے ساتھ کیا سلوک روا رکھے گی۔" وہ انہیں مستقبل کے حوالے سے ڈرانا چاہ رہی تھی۔

"کچھ عرصہ ہے کاشی اپنے پیروں پر کھڑا ہوجائے گا۔ وہ میرا سہارا بن جائے گا۔" ان کے پاس اس دلیل کا جواب بھی موجود تھا۔

"ہاں آپ کو الہام ہوا ہے ناں کہ کاشی کی بیوی بہت نیک فطرت ہوگی اور وہ مستقبل میں اپنی بیوی کے اشاروں پر نہیں ناچے گا۔" عمیر نے منہ بنایا تھا۔

"ٹھیک ہے حسنہ آپا! یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے ظاہر ہے زندگی آپ کی ہے تو فیصلے کا اختیار بھی آپ ہی کا ہے۔ قصور میرا ہے میں خودغرض ہوگئی تھی اپنے بھلے کے لیے۔ آپ کے ساتھ زبردستی کرنا چاہ رہی تھی۔"

اس نے گہری سانس کھینچ کر خود کلامی کی، حسنہ آپا نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"حمدان کی زندگی میں میرا کیا مقام ہے آپ بخوبی جانتی ہیں۔ اگر وہ فریحہ سے شادی رچا لیتا ہے تو میرا مستقبل کیا ہوگا آپ کو تو کاشی کا سہارا ہے۔ مجھے تو وہ بھی نہیں۔ ظاہر ہے مجھے اپنے گھر لوٹ کر جانا ہوگا۔ میں چاہ رہی تھی کہ ڈیڈی کی آپ سے شادی ہوجائے تو گھر واپسی کی صورت میں مجھے سنبھالنے، سمیٹنے کے لیے ایک مہربان وجود تو ہوگا۔ ڈیڈی اپنی مرضی اور پسند سے کسی اور سے بیاہ رچا بیٹھے تو اللہ جانے مجھے ایک زوبی آنٹی بھگتنی نہ پڑجائے پھر میری حالت تو وہ ہی ہوگی دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔"

وہ افسردگی اور آزردگی سے کہتی ان کے پاس سے اٹھ کر چلی گئی۔

"عمیر! چندا رکو تو سہی۔" حسنہ بے چین ہوکر اس کے پیچھے لپکی تھیں۔

دو دن تک عمیر نے ان سے بات نہ کی۔ روتی شکل بنائے گھر میں گھومتی رہی تھی۔ تیسرے دن شام کو حسنہ آپا کی ناں ہاں میں بدل گئی تھی۔

کتنی احمق تھی میں جو دلیل سب سے پہلے دینی چاہیے تھی وہ سب سے آخر میں دی۔ اپنی چالاکی پر دل ہی دل میں پھولے نہ سماتے ہوئے وہ حسنہ آپا

www.zemtime.com
ZEM Time SINCE 2014

سے لپٹ گئی تھی۔

☆☆☆

حمدان نے اس رشتے میں اپنی ٹانگ اڑانے کی اپنی سی کی کوشش ضرور کی تھی۔

"یہ رشتہ آپ سراسر اپنی ذمہ داری پر طے کر رہی ہیں اماں! حسنہ آپا کو پہلے ایک بار طلاق ہو چکی۔ اگر عبیر کے ڈیڈی نے میری بہن کو بنیاد بنا کر میری زندگی پر اثر انداز ہونے کی کوشش کی تو میں ان کا کوئی اثر قبول نہیں کروں گا۔ حسنہ آپا کی شادی شدہ زندگی متاثر ہونے کی صورت میں آپ مجھے الزام نہ دیجیے گا۔"

اس نے انہیں باور کروا دیا تھا۔ کمرے کے باہر ٹہلتی عبیر سے مزید ضبط نہ ہو سکا وہ دھاڑ سے دروازہ کھول کر اندر آئی تھی۔

"آپ کے منہ میں خاک، اپنی بہن کی زندگی کے حوالے سے کیسی بدفالیں منہ سے نکال رہے ہیں۔ ان شاء اللہ حسنہ آپی کی شادی کامیاب ہوگی میں پہلے ہی ڈیڈی سے اس بارے میں یقین دہانی کرا چکی ہوں۔ ڈیڈی کہتے ہیں کہ وہ اللہ رسول کو گواہ بنا کر نکاح کریں گے تو پوری نیک نیتی سے اس رشتے کو نبھائیں گے بھی۔" عبیر نے تو ڈیڈی کی بات ہی دوہرائی تھی حمدان جانے کیوں تلملا سا گیا۔

"ٹھیک ہے اماں! اگر آپ کی بہو اور ان کے والد کی گارنٹی ہے اور آپ کو اس گارنٹی پر بھروسا ہے تو جوڑ لیجیے یہ رشتہ۔ میں کون ہوتا ہوں روکنے والا۔" وہ لاتعلقی کا اظہار کرتا چلتا بنا۔ بیٹے کی اس بے گانگی پر اماں کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔

"آپ ٹینشن مت لیں اماں! بس حسنہ آپا کی خوشی بھری زندگی کی دعا کریں۔" اس نے اماں کو اپنے سے لپٹا لیا۔

اماں نے آنکھیں پونچھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ان کی بیٹی کی زندگی کی خوشیوں کی تگ و دو کرتی، اس لڑکی کے اپنے دامن میں کتنی خوشیاں تھیں وہ سوچتیں تو ان کا دل چھلنی چھلنی ہو جاتا۔

"اللہ تمہارا دامن بھی خوشیوں سے بھر دے میرے بچے!" انہوں نے بند لبوں مگر صدق دل سے اسے دعا دی تھی۔

☆☆☆

شادی بہت سادگی سے ہو رہی تھی۔ ڈیڈی کے دو قریبی دوست اور ان کی فیملیز باراتی بن کر آئے تھے۔ پھر بھی اس محدود پیمانے پر ہونے والی تقریب کے انتظامات میں عبیر نے کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔

وہ آج ڈیڈی کی بیٹی نہیں بلکہ حسنہ کی بھاوج بن کر معزز مہمانوں کا استقبال کر رہی تھی۔ اپنی تیاری پر بھی اس نے خاص توجہ دی تھی۔ آسمانی رنگ کے اسٹائلش سے سوٹ میں، سلیقے سے کیے گئے میک اپ میں وہ بلا کی حسین لگ رہی تھی۔ اماں نے بطور خاص اس کی نظر اتاری تھی۔

"شاید تم دنیا کی پہلی بیٹی ہو جو باپ کی بارات پر اتنا چہک رہی ہو۔" حمدان اس کے قریب سے گزرا تو طنز کیے بنا نہ رہ پایا۔

"اور آپ دنیا کے پہلے بھائی ہیں جو بہن کی شادی کا فریضہ اتنے بیزار انداز میں بھگتا رہے ہیں۔" وہ ادھار کیوں رکھتی فوراً چہک کر بولی تھی۔

"اور پلیز یہ جو چہرے پر بارہ بجائے ہوئے ہیں ناں تو اپنے چہرے کے زاویے درست کر لیجیے۔ میرے ڈیڈی بے چارے تو سیدھے ہیں انہیں میری جھوٹی مسکراہٹ سچی لگتی ہے اور مرد اتنے باریک بین کب ہوتے ہیں لیکن آج مہمانوں میں جو دو آنٹیاں ہیں۔ وہ اڑتی چڑیا کے پر گن لیتی ہیں۔ دنیا دکھاوے کو ہی نبھا لیجیے گا۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اسے گزارش کا انداز اپنانا پڑا تھا۔

"حمدان اس وقت تو کچھ نہ بولا لیکن غنیمت رہا کہ ثمینہ آنٹی اور نزہت آنٹی کے سامنے وہ مسکراتا چہرہ لیے پھرتا رہا۔ ایک دو بار عبیر کو بلا ضرورت مخاطب بھی کیا اور پھر جب ثمینہ آنٹی کی بیٹی امامہ جو پرجوش انداز میں اس انوکھی تقریب کی دھڑا دھڑ تصویریں کھینچ رہی تھی اپنا موبائل لیے عبیر اور حمدان کی طرف آئی تو

www.zemtime.com

عبیر نے بے ساختہ نگاہ اٹھا کر حمدان کو دیکھا۔

"افوہ عبیر آپی! اب ساتھ کھڑی ہو بھی جائیں۔ اتنا پیارا کپل ہے آپ دونوں کا اور ابھی تک آپ لوگوں نے ایک تصویر بھی نہیں بنوائی۔"

امامہ از خود اپنے آپ کو اس تقریب کا آفیشل فوٹو گرافر قرار دے چکی تھی۔ عبیر زبردستی مسکراہٹ چہرے پر سجا کر حمدان کے پہلو میں آن کھڑی ہوئی۔ حمدان نے اس کے شانے کے گرد بازو پھیلا کر خوش گوار کپل ہونے کا تصدیق نامہ بھی فراہم کر دیا۔

امامہ نے کھٹا کھٹ کئی تصویریں اتاریں پھر انگوٹھے سے زبردست کا اشارہ کرتی آگے بڑھ گئی تھی۔

"اب اتنی کرٹسی نبھانے کو بھی نہیں کہا تھا۔ وہ غیر محسوس انداز میں اس کا بازو ہٹاتی دبے دبے انداز میں غرائی تھی۔

حمدان کے لبوں پر بڑی چڑا دینے والی مسکراہٹ پھیلی تھی۔ عبیر تن فن کرتی آگے بڑھ گئی اس شخص کے منہ لگنا ہی فضول تھا۔ جانے اس کے چڑنے پر حمدان کو اتنا لطف کیوں آیا۔ اس کے لب خوامخواہ مسکرا اٹھے تھے۔

حسنہ آپا ہلکے پھلکے میک اپ میں اپنے سوگوار حسن کے ساتھ بہت پیاری لگ رہی تھیں۔ رخصتی کے وقت عبیر ان سے ملی تو وہ ہولے ہولے لرز رہی تھیں۔ عبیر ان کی ذہنی کیفیت سمجھ سکتی تھی لیکن اسے پورا یقین تھا کہ اس کے ڈیڈی خدشات سے دھڑکتے دل کو محبت سے دھڑکنا سکھا دیں گے۔ اماں اور کاشان کی آنکھوں کی نمی عبیر کے لیے خلاف توقع نہ تھی۔

حیرت کا جھٹکا تو اسے تب لگا جب رخصتی کے وقت حمدان نے بھی بہن کے سر پر ہاتھ رکھ کر دوسری ہتھیلی سے اپنی آنکھوں کی نمی پونچھی تھی۔ اس سے پہلی بار وہ پتھر دل شخص عبیر کو انسان لگا تھا۔

☆☆☆

صبح آفس کی چھٹی تھی۔ حمدان خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا، جب عبیر نے اس کا لحاف اتار پھینکا ساتھ ہی کمرے کی لائٹ بھی آن کر دی۔

"کیا مسئلہ ہے؟" وہ اس جسارت پر خفا ہونے سے زیادہ حیران تھا۔

"مسئلہ کوئی نہیں ہے فوراً اٹھ جایئے ہمیں حسنہ آپا اور ڈیڈی کا ناشتا لے کر جانا ہے۔" وہ اتنے نارمل انداز میں مخاطب تھی جیسے دونوں میاں بیوی کے تعلقات حد درجہ خوش گوار ہوں۔

"کس خوشی میں بھئی؟" وہ ابرو اچکا کر پوچھ رہا تھا۔

"ان کی شادی کی خوشی میں اور ویسے بھی یہ رسم ہے۔" وہ مزاج کے خلاف بہت تحمل سے بات کر رہی تھی۔

"تمہارے گھر سے تو شادی کی پہلی صبح کوئی ناشتا نہیں آیا تھا۔" وہ کسی خرانٹ ساس کی طرح طعنہ مار رہا تھا۔

"میرے گھر میں صرف میرے ڈیڈی تھے مردوں کو ان رسموں رواجوں کا کیا پتہ، حسنہ آپا تو بھرے پرے گھر سے گئی ہیں۔ ہمیں ان کا ناشتا لے کر جانا ہے آپ فٹافٹ تیار ہو جائیں ہم ان کا ناشتا لے کر جائیں گے۔"

"کیا مصیبت ہے! چھٹی والے دن بھی چین نہیں۔" وہ بڑبڑاتا ہوا اٹھ ہی گیا تھا اور جس وقت عبیر اس کے ساتھ ناشتا لے کر گھر پہنچی تو وہاں ٹیبل پر ناشتا پہلے ہی سجا ہوا تھا۔ آلو کے پراٹھے اور پودینے کی چٹنی۔ ڈیڈ بہت رغبت سے ناشتے میں مگن تھے۔ ساتھ ہی شرمائی لجائی سی حسنہ آپا بیٹھی تھیں۔

"اومائی گاڈ ڈیڈی! آپ نے پہلے دن ہی میری آپا کو کچن میں کھڑا کر دیا۔" عبیر چیخ ہی تو پڑی۔ ڈیڈی بے چارے بوکھلا سے گئے۔

"ارے نہیں عبیر! یہ تو بہت منع کر رہے تھے۔ وہ تو میں نے خود اصرار کیا کہ ناشتا میں خود بناؤں گی۔" حسنہ آپا نے دھیرے سے مسکراتے ہوئے ڈیڈی کی طرف سے صفائی پیش کی۔

www.zemtime.com
ZEM Time

"اوہ تو گویا آپ پہلے دن سے ہی معدے کے راستے ڈیڈی کے دل تک رسائی پانا چاہ رہی تھیں۔"
اس نے ان کے کان میں گھس کر سرگوشی کی۔ وہ شرما کر ہنس پڑی تھیں۔

محض چند گھنٹوں کی محبت بھری رفاقت نے ان کا اپنی ذات پر اعتماد بحال کر دیا تھا۔ وہ خوش بھی لگ رہی تھیں اور مطمئن بھی۔

عبیر نے اپنے ڈیشنگ سے ڈیڈی پر مسکراتی نگاہ ڈالی۔ اسے یقین تھا کہ ڈیڈی کی ہمراہی میں حسنہ آپا کے لب مسکرانے لگیں گے۔ اللہ کا کرم تھا جس نے اس یقین کو سچا کر دیا۔ دونوں کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھ کر عبیر نے ان کی خوشیوں بھری زندگی کی دل سے دعا کی تھی۔

☆☆☆

حسنہ آپا کی شادی کیا ہوئی تھی اس گھر میں حمدان کے مشکل دن شروع ہو گئے تھے۔ اب گھر میں اس کی ناز برداریاں کرنے والا کوئی نہ تھا۔ صبح آفس جانے سے پہلے اسے اپنے کپڑے خود پریس کرنے پڑتے۔

عبیر کی یہ مہربانی ہی کم نہ تھی کہ وہ اس کے ناشتہ بنا دیتی وہ بھی شاید اس لیے کہ کاشان کے کالج جانے کا بھی یہی ٹائم ہوتا، وہ چہیتے دیور کو اس کا من پسند ناشتا کرواتی تو گزارے لائق ناشتا حمدان کے سامنے بھی رکھ دیتی۔

کاشان کے لیے تو بڑے اہتمام سے لنچ باکس بھی تیار کیا جاتا۔ وہ کالج کے بعد اکیڈمی جاتا تھا اس لیے عبیر کو اس کے کھانے کی فکر ہوتی تھی، وہ بار بار تاکید کرتی کہ وہ وقت نکال کر لنچ ضرور کرے۔

کچن کے ایک کونے میں پڑا حمدان کا لنچ باکس اپنی ناقدری پر آٹھ آٹھ آنسو بہاتا۔ بازاری کھانا کھانے سے حمدان کا معدہ بہت جلدی اپ سیٹ ہو جاتا تھا۔ حسنہ آپا شادی سے پہلے بن کہے اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھتی تھیں۔ وہ آفس جاتا تو اس کے من پسند کھانے سے بھرا لنچ باکس اس کے ساتھ ہوتا۔ اب ایسی کوئی سہولت دستیاب نہ تھی۔ خود سے کہہ کر کام کروانا اس کی انا کو گوارا نہ تھا لیکن اب صبح کا وقت بہت افراتفری لیے ہوتا۔

زندگی میں پہلی بار وہ کپڑے استری کرنا سیکھ رہا تھا۔ بنیان موزے، جرابیں جو پہلے ادھر ادھر اتار پھینکنے کے باوجود دھلے دھلائی قرینے، سلیقے سے اپنی مقررہ جگہ پر ملتے تھے اب ڈھونڈنے کے بعد اسی جگہ سے برآمد ہوتے جہاں گزشتہ رات اتار پھینکے تھے۔

سب سے بڑا مسئلہ رات کے کھانے کا ہوتا تو وہ معمول کے مطابق فریحہ کے گھر کی یاترا کرنے کے بعد، رات گئے گھر لوٹتا تھا اب گھر میں اس کے انتظار میں جاگ کر گرم کھانا دینے والا کوئی نہ تھا۔

اماں تو کوئی برسوں پہلے گھر داری سے ہاتھ کھینچ چکی تھیں، یہ حسنہ آپا تھیں جو بھائی کے مزاج اور عادتوں سے بخوبی واقف تھیں۔

ٹھنڈی روٹی حمدان کے حلق سے نہ اترتی تھی حسنہ آپا اس کے گھر آنے کے بعد اس کے لیے گرم گرم پھلکے اتارتی تھیں، اب گھر واپسی پر ہاٹ پاٹ میں مڑی تڑی دو روٹیاں پڑی ملتیں۔ سالن خود فریج سے نکال کر گرم کرنا پڑتا لیکن آج تو حد ہی ہو گئی تھی۔ شدید بھوک کے عالم میں اس نے ہاٹ پاٹ کھولا تو خالی ہاٹ پاٹ منہ چڑا رہا تھا۔

دوپہر کو مسلسل آفس کینٹین میں لنچ کرنے کی وجہ سے معدہ ڈسٹرب تھا اسی لیے آج اس نے دوپہر کا کھانا گول کر دیا تھا۔ فریحہ اور رخسانہ چچی کے ہاتھ کا کھانا اسے ویسے ہی نہ بھاتا تھا اور وہ دونوں ماں بیٹی اکثر رات کو بازاری کھانا کھاتے تھے، عموماً آڈر بھی حمدان ہی کرتا تھا لیکن خود ان کا ساتھ دینے کے بجائے گھر آ کر کھانا کھانے کو ترجیح دیتا۔ اسے کیا خبر تھی کہ آج گھر میں بھی کھانے کو کچھ نہ ملے گا۔

بیڈ روم میں آیا تو معمول کے مطابق عبیر

www.zemtime.com

گھوڑے بیچ کر سو رہی تھی وہ سحر خیز تھی، حمدان جانتا تھا کہ وہ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد دوبارہ بستر نہیں سنبھالتی ہے۔ سارا دن گھر کے کاموں میں مصروف رہنے کے بعد تھک ہار کر سونا یقیناً اس کا حق تھا اور حمدان کو کم از کم اس بات پر کبھی غصہ نہ آیا لیکن آج معاملہ دوسرا تھا۔ حمدان کو اس کی لاپرواہی پر خوب تاؤ چڑھ رہا تھا۔ اس نے بھی عبیر کے انداز میں ہی اسے جگایا۔ لحاف اتار کھینچا اور لائٹ آن کر دی۔

"کیا مسئلہ ہے؟" اس نے شدید نیند کے عالم میں مندی مندی آنکھیں کھول کر استفسار کیا۔

"کھانا دو مجھے بھوک لگی ہے۔" وہ بگڑ کر بولا۔

"رکھی ہوگی ہاٹ پاٹ میں روٹی کھالیں۔" وہ دوبارہ لحاف منہ تک تان لینا چاہتی تھی۔ حمدان نے اس ارادے کو ناکام بناتے ہوئے پھر سے لحاف کھینچا۔

"ہاٹ پاٹ میں روٹی ہوتی تو میں مادام کو کیوں زحمت دیتا۔ مجھے بہت بھوک لگی ہے جلدی کھانا دو۔"

آڈر دینے کے سے انداز میں اسے مخاطب کیا۔ عبیر کو بادل نخواستہ اٹھنا پڑا تھا۔ پتا نہیں آج اندازے کی غلطی ہوگئی یا بھنڈی گوشت سے روٹی خوب کھائی گئی۔ سالن کاشان کا فیورٹ تھا اور آج بنا بھی خوب مزے کا تھا۔ وہی سب سے آخر میں دسترخوان سے اٹھا تھا اور عبیر نے ہاٹ پاٹ کھول کر روٹی چیک کرنے کی زحمت نہ کی جس کا خمیازہ اس وقت بھگتنا پڑ رہا ہے۔

چہرے کے بگڑے زاویوں کے ساتھ اس نے چولہا جلا کر توا رکھا پھر فریج میں سے آٹا اور سالن نکالا تھا۔ حمدان بھی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ اوون میں سالن گرم کرنے رکھ کر وہ روٹی بیلنے لگی۔ حمدان اس کی نیند سے گلابی آنکھیں دیکھ کر جی ہی جی میں کچھ شرمندگی محسوس بھی کر رہا تھا۔

"آج گوشت بنایا تھا؟" کھانا سامنے رکھا گیا تو وہ شرمندگی کا احساس مٹانے کو خوامخواہ پوچھ بیٹھا۔

"بنایا تو بھنڈی گوشت تھا لیکن پتا تھا آپ کے حلق سے بھنڈی تو آسانی سے اترے گی نہیں اس لیے گوشت بھوننے کے مرحلے پر علیحدہ کر لیا تھا۔" عبیر نے اس انداز میں بتایا تھا جیسے ایسا کر کے وہ حمدان کی سات پشتوں پر احسان کر بیٹھی ہو۔

گھر میں کاشان، اماں اور وہ خود سبزی کے شوقین تھے۔ فقط یہ لاٹ صاحب تھے جو گنی چنی سبزیوں کے علاوہ کوئی سبزی نہ کھاتے تھے۔ حنیہ آپا تو اس کے لیے علیحدہ ہانڈی بھی بنا لیا کرتی تھیں۔ عبیر اتنا تردد کرنے کی روادار نہ تھی۔ زیادہ سے زیادہ وہ یہ ہی کرتی تھی جو آج کیا تھا۔ سبزی ڈالنے کے مرحلے سے پہلے گوشت بھون کر ایک پلیٹ سالن علیحدہ کر لیتی۔

حمدان بہت رغبت سے کھانا کھا رہا تھا۔ عبیر نے فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکال کر رکھی تو ساتھ تازہ پانی کا جگ بھی رکھ دیا۔ وہ ٹھنڈا یخ پانی نہ پیتا تھا۔

حمدان نے ایک نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا مگر کچھ بولنے سے پرہیز کیا۔ عبیر کا اگلا احسان اس کے لیے چائے چڑھانے کا تھا۔ قہوہ بن گیا تو اس نے دودھ شامل کر کے آنچ ہلکی کر دی۔

"میں خود چولہا بند کر کے چائے لے لوں گا۔ تم سو جاؤ جا کر۔" حمدان نے اسے مخاطب کیا۔

"بہت مہربانی ہوگی اگر اپنے لیے کپ میں چائے خود چھان لیں گے۔"

عبیر نے یقیناً طنز کیا تھا پھر باورچی خانے سے باہر نکلتے نکلتے واپس پلٹی۔

"اس گھر میں ڈنر ٹائمنگ آٹھ سے ساڑھے آٹھ کے درمیان ہے۔ آئندہ گرم روٹی کھانے کا موڈ ہو تو وقت سے تشریف لایئے گا ورنہ بہتر تو یہ

www.zemtime.com

ہے کہ جہاں روز مہمان بن کر جاتے ہیں ان لوگوں کو ہی میزبانی کا شرف بخش دیا کریں۔ اتنا لیٹ گھر آنے کے بعد اگر سالن یا روٹی میں سے کوئی چیز کم پڑ گئی تو مجھے جگانے کی زحمت مت کیجیے گا۔ انسان کو تھوڑے بہت ہاتھ خود بھی ہلانے آنے چاہئیں۔"

ٹھنڈے ٹھار لہجے میں اسے مشورے سے نواز کر وہ کچن سے نکل گئی۔

"ذرا سا کھانا دینے کا کیا کہہ دیا۔ محترمہ کے تیور تو دیکھو۔" حمدان نے منہ ہی منہ میں بڑبڑا کر اس پر خفا ہونے کی کوشش کی لیکن دل اور دماغ دونوں نے ہی زبان کا ساتھ نہ دیا۔ سچ تو یہ تھا کہ وہ آج کل دل و دماغ کی عجب کشمکش میں مبتلا تھا۔

فریحہ اس کی اولین محبت سہی لیکن وہ اس محبت کو اپنی زندگی کا حصہ بنانے میں کامیاب نہ ہو پایا تھا تو اس سب میں عبیر کا کم از کم کوئی دوش نہ تھا۔ وہ لڑکی یقیناً ایسی زندگی کی مستحق نہ تھی۔

وہ اس گھر میں حمدان کی ذات کے حوالے سے آئی تھی۔ حمدان نے تو اسے نہ اپنایا لیکن وہ حمدان سے جڑے ہر رشتے کو جس مثالی انداز میں نبھا رہی تھی یہ بات حمدان کے ضمیر کی خلش میں بڑھا رہی تھی۔ وہ بظاہر عبیر سے جتنے مرضی بگڑے تیوروں سے بات کرتا، دل ہی دل میں وہ اس کی اچھائیوں کا معترف تھا۔

ہر گزرتے دن کے ساتھ دل اس کی طرف مائل ہوا جا رہا تھا، وہ تجزیہ کرنے سے قاصر تھا کہ اس کی وجہ ان کے بیچ جڑا بندھن ہے یا یہ لڑکی خود اپنے اندر اتنی کشش رکھتی ہے۔

جب عبیر اس کے سامنے ہوتی تو فریحہ کا خیال پس پشت چلا جاتا اور یہ بات اسے مزید جھنجلاہٹ میں مبتلا کر دیتی۔ فریحہ کو آس اور امید کا دامن تھما کر وہ کسی اور میں دلچسپی کیوں کر لینے لگا تھا۔ دل کے اس ہرجائی پن پر وہ خود کو ڈپٹتا۔

اپنی نگاہوں میں خود کو سرخرو رکھنے کی خاطر پہلے سے زیادہ وقت طاہرہ چچی کے گھر گزارتا۔ وہاں طاہرہ چچی اس کی اور فریحہ کی شادی میں مزید تاخیر کرنے کی روادار نہ تھیں۔ آج بھی انہوں نے صاف صاف کہہ دیا تھا۔

"فریحہ سے رشتہ جوڑنا ہے تو اس لڑکی سے پیچھا چھڑاؤ حمدان! پہلے تو ہم نے تمہارا عذر مان لیا بھابھی بیگم کی طبیعت خرابی کو جواز بنا کر تم نے بیاہ رچا لیا لیکن اب تو بھابھی بیگم بھی اس حقیقت سے پوری طرح واقف ہو چکی ہیں کہ تم ان کی منتخب کردہ لڑکی کو نگاہ اٹھا کر دیکھنے کے روادار تک نہیں تو یہ زبردستی کا بندھن کب تک چلے گا۔ اسے طلاق کا پروانہ تھماؤ اور میری بیٹی کو رخصت کروا کر لے جاؤ بھلے سے بھابھی بیگم مانتی ہیں یا نہیں۔ فیصلہ تمہیں کرنا ہے اور اگر تم نے جلد کوئی فیصلہ نہ کیا تو میں اپنے فیصلے میں آزاد ہوں گی۔"

آج کتنے دو ٹوک اور اٹل انداز میں طاہرہ چچی اس سے مخاطب ہوئی تھیں قریب بیٹھی فریحہ بہت آس اور امید سے اسے تک رہی تھی۔

حمدان خود جانتا تھا کہ صورت حال لمبے عرصے کے لیے جوں کی توں والی پوزیشن پر نہیں رہ سکتی۔ اسے جلد ہی کسی فیصلے پر پہنچنا تھا۔ چچی جان کب تک فریحہ کو اس کے نام پر بٹھا سکتی تھیں کاش وہ عبیر سے شادی سے پہلے اماں کو فریحہ کے لیے منا سکتا۔ کسی بے قصور لڑکی کی بربادی کا قصوروار تو نہ بنتا اور اگر جب اتنی ہمت نہ کر پایا تھا تو کاش فریحہ سے اپنی راہیں تب جدا کر لیتا۔ جب راہیں جدا کرنے کا مضبوط جواز تھا۔

برسوں پہلے جب توقیر بھائی نے حسنہ آپا کو طلاق دی تھی۔

حمدان بے بسی سے سوچ رہا تھا لیکن یہ الجھن کسی طور پر سلجھنے والی نہ تھی۔ تھک ہار کر نیند کی وادی میں ہی پناہ لینی پڑی۔

☆☆☆

"پھر تم نے بھابھی بیگم کو بتا دیا کہ تم عنقریب

www.zemtime.com
ZEMTime SINCE 2014

"فریحہ سے شادی کر رہے ہو۔" آفس سے واپسی پر وہ حسب معمول محبوب کے در پر حاضر ہوا تھا لیکن اب محبوبہ کی ماں پہلے کی طرح واری صدقے نہ جاتی تھی، وہ اس سے دوٹوک جواب سننے کی متمنی تھیں۔

"یہ آپ بھی جانتی ہیں کہ اماں کبھی راضی نہ ہوں گی۔" اس نے تھکے ہارے انداز میں آگاہ کیا۔

"تو حمدان میاں! آپ نے میری بچی کی زندگی کو کھیل تماشا سمجھ لیا ہے، برسوں سے وہ آپ کے نام کی انگوٹھی پہننے بیٹھی ہے، کیا وہ اسی دہلیز پر بیٹھے بیٹھے بوڑھی ہوجائے گی۔" طاہرہ چچی تیز ہوئیں۔

"میں فریحہ سے نکاح کرلیتا ہوں۔ اماں کی رضامندی اور موجودگی دونوں ہی ناممکن ہیں میں فریحہ کو الگ گھر میں رکھوں گا وقت کے ساتھ اماں کا دل......"

"بہت خوب الگ گھر، الگ گھر لینے کی گنجائش ہے آپ کی۔" طاہرہ چچی نے اس کی بات کاٹی۔

"قریب کے کسی علاقے میں کرائے کا گھر افورڈ کرسکتا ہوں چچی!" وہ رسان بھرے لہجے میں بولا۔

"میری فریحہ کرائے گھر میں رہے اور وہ تمہاری نام نہاد بیوی تمہارے گھر میں عیش کرے۔"

وہ اس تجویز پر برہم ہوئی تھیں طاہرہ چچی کا یہ روپ کم از کم حمدان کے لیے نیا تھا۔ حمدان سے بات کرتے وقت تو ان کی زبان سے ہمیشہ شیرا ٹپکتا تھا لیکن شاید اب وہ بھی مجبور تھیں کہ معاملہ ان کی بچی کی زندگی اور مستقبل کا تھا۔

"ٹھیک ہے، میں فریحہ کی تمہارے ساتھ شادی کروادیتی ہوں بھلے سے بھابھی بیگم راضی ہو یا ناراض، بس میری ایک ہی شرط ہے تم اپنا مکان میری فریحہ کے نام کردو۔" وہ رسانیت سے بولیں۔ اس مطالبے پر حمدان نے آنکھیں پھاڑ کر انہیں دیکھا۔

"میں مکان فریحہ کے نام کیسے کرسکتا ہوں جب کہ وہ مکان خود میرے نام بھی نہیں آپ کو پتا ہے ابا نے وہ مکان اماں کے نام سے خریدا تھا۔" حمدان نے تحمل بھرے انداز میں انہیں سمجھانا چاہا۔

"پھر مجھے بتاؤ بچے! میں کیا کروں۔" ماں تمہاری راضی نہیں۔ پلے تمہارے کچھ نہیں۔ شادی تم پہلے رچا بیٹھے ہو میں جانتے بوجھتے تو اپنی بیٹی کو اندھے کنوئیں میں دھکا نہیں دے سکتی۔" وہ بگڑے تیوروں سے بولیں۔

"پھر میرے لیے کیا حکم ہے؟" ان کے انداز پر اسے بھی غصہ آگیا تھا۔ غصہ ضبط کرتے ہوئے اس نے بہت تحمل سے دریافت کیا۔

"امی! آپ بھی حد کرتی ہیں حمدان تھکا ہارا آیا ہے آپ نے آتے کے ساتھ ہی عدالت سجالی۔"

حمدان کے تیور دیکھ کر فریحہ نے بروقت مداخلت کی۔ چچی خفگی سے بڑبڑا کر خاموش ہوگئیں۔ "تم پانی پیو حمدان! فریحہ نے ٹھنڈے ٹھار پانی کا گلاس اسے تھمایا۔ حمدان نے ایک گھونٹ پانی بھر کر گلاس سائیڈ پر رکھ دیا فریحہ کو آج تک یہ پتا نہ چل سکا تھا کہ وہ سخت سے سخت گرمی میں بھی اتنا ٹھنڈا پانی نہیں پیتا ہے۔ اسے بے ساختہ گزشتہ شب ٹھنڈے پانی کی بوتل کے ساتھ رکھا تازہ پانی کا جگ یاد آیا تھا۔

"بھوک لگی ہے فریحہ! کچھ کھانے کو ہو تو لے آؤ۔" حمدان نے گفتگو کا موضوع بھی بدلنا چاہا تھا اور حقیقت میں بھی اسے بھوک لگ رہی تھی کل کی طرح آج بھی اس نے لنچ بریک میں کچھ نہ کھایا تھا۔

"ساتھ والے گڈو سے کہہ کر میں روٹی

www.zemtime.com
ZEMTime SINCE 2011

منگواتی ہوں۔ تم ہاتھ منہ دھو کر فریش ہو جاؤ۔" فریحہ اٹھتے ہوئے بولی۔

"میرے لیے دو روٹی تم خود ہی ڈال دو۔ بازار کی کچی پکی روٹی میرے حلق سے نہیں اترتی۔" اس نے عادت کے برخلاف فرمائش کی۔

"ارے نہیں قریب ہی نیا تندور کھلا ہے۔ اچھی روٹی ہوتی ہے اس کی، ہم تو روز روٹی وہاں سے ہی منگواتے ہیں۔ بس تم جلدی سے فریش ہو جاؤ۔ میں دستر خوان لگاتی ہوں۔ گڈو تو یوں جائے گا یوں آئے گا۔"

فریحہ نے کی اس کی فرمائش درخور اعتنا نہ جانی تھی۔ حمدان بھی ٹھنڈا سانس لیتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

☆☆☆

"پھر تم نے کیا سوچا حمدان؟" سوال وہ ہی تھا لیکن کرنے والی شخصیت مختلف، حمدان ایک ہی دن میں دو پیشیاں بھگتانے کے موڈ میں ہرگز نہ تھا۔

"کیا مطلب اماں؟" نہایت بے زاری سے ماں سے پوچھا، وہ تو رات کو ان کے کمرے کی لائٹ جلتی دیکھ کر رسمی انداز میں خیریت پوچھنے چلا آیا تھا لیکن اماں شاید آج اسی کے انتظار میں جاگ رہی تھیں۔

"ایسا کب تک چلے گا بیٹے! اگر تم نے فریحہ سے ہی تعلق نبھانا تھا تو شادی پر ہامی ہی کیوں بھری، عبیر کو کس بات کی سزا دے رہے ہو۔" وہ بہت آرزدگی بھرے لہجے میں بیٹے سے مخاطب تھیں۔

"فریحہ اتنے برسوں سے میرے نام پر بیٹھی ہے اماں! میں اسے چھوڑ دوں تو کیسے چھوڑ دوں۔" وہ بے بس ہو کر بولا۔

"اللہ اس کا نصیب کھولے گا۔" اماں نرمی سے بولیں۔

اس حقیقت کے باوجود کہ وہ لڑکی ان کی بیٹی کا گھر اجاڑنے سمیت ان کے بیٹے کا گھر نہ بسانے کی سب سے بڑی وجہ تھی، پھر بھی اپنی ازلی اچھائی کی وجہ سے انہوں نے اسے بددعا کے بجائے دعا سے ہی نوازا تھا۔

"وہ میرے بغیر مر جائے گی۔" حمدان اس کی شدت پسندی سے خائف تھا اس کی شادی والی رات بھی وہ نیند کی گولیاں کھا کر خودکشی کی کوشش کر چکی تھی۔ طاہرہ چچی نے بروقت پہنچ کر اس کوشش کو ناکام بنایا تھا۔

حمدان نے بہت مشکل سے اسے یقین دلایا تھا کہ یہ رشتہ محض کاغذی رشتہ ہے اور وہ جلد اس رشتے سے جان چھڑا لے گا۔ سہاگ رات اپنی دولہن سے مستقبل کے وعدے وعید کے بجائے وہ اپنی منگیتر کو اپنی وفاؤں کا یقین دلانے میں مصروف رہا تھا۔ اللہ اللہ کر کے فریحہ نے پچویشن جھی تھی تو طاہرہ چچی کے تیور بگڑنے لگے تھے اور یہاں اماں کو عبیر کا غم ستا رہا تھا۔ کوئی اس کی مجبوری تو سمجھنے کو تیار ہی نہ تھا۔

"میں فریحہ کو منانے کی کوشش کروں گا کہ وہ عبیر کو قبول کرے۔ آپ عبیر سے اس کا فیصلہ پوچھ لیجیے اگر وہ ایک بٹے ہوئے شخص کو قبول کر سکتی ہے تو ٹھیک ورنہ وہ اپنی زندگی کے متعلق جو بہتر سمجھے وہ فیصلہ کر سکتی ہے۔" وہ جیسے کسی نتیجے پر پہنچتے ہوئے بولا۔ اماں اسے دکھ کے عالم میں دیکھتی رہ گئیں۔

"اور ہاں اماں! یہ مکان......"

"یہ مکان میں عبیر کے نام کر رہی ہوں۔" اس کی بات مکمل ہونے کا انتظار کیے بنا وہ کمال اطمینان سے بولی تھیں۔ حمدان نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔

"وہ پرائی لڑکی آپ کو اتنی عزیز ہو گئی ہے کہ آپ اسے اپنی سگی اولاد پر فوقیت دیں گی۔"

"وہ مجھے اپنے کوکھ سے جنے بچوں سے زیادہ نہیں تو کم عزیز بھی نہیں اور فریحہ سے شادی کی صورت میں فریحہ تمہاری من چاہی بیوی ہوگی۔ عبیر کے مستقبل کا تحفظ بھی تو کرنا ہے مجھے۔" وہ دوٹوک

انداز میں بولی تھیں۔
"آپ کو سب کا خیال ہے اماں! سوائے میرے۔ میری زندگی، میری آرزوئیں، میری خواہش، آپ نے کوئی بھی فیصلہ کرتے ہوئے کبھی بھی میرے متعلق نہیں سوچا۔ ماؤں کی تو بیٹوں میں جان ہوتی ہے۔ آپ پتا نہیں کیسی ماں ہیں۔" اس نے ساری جھنجلاہٹ اور خفگی ماں پر اتاری تھی۔
انہیں اس کی بات سن کر شدید دکھ اور تکلیف پہنچی تھی لیکن وہ مزید ایک لفظ نہ بولیں یا شاید دکھ کی شدت نے انہیں بولنے کی ہمت ہی نہ بخشی۔ ان کے چہرے کے تاثرات سے حمدان کو احساس ہو گیا کہ وہ کچھ زیادہ بول گیا ہے لیکن اس وقت وہ خود جس ذہنی کیفیت سے گزر رہا تھا۔ معافی کے دو لفظ نہ بول سکا بس جھنجلاتا ہوا واپس پلٹ گیا۔

☆☆☆

حسنہ آپی اور ڈیڈی عمرے پر جا رہے تھے عبیر نے اس خوشی میں شاندار دعوت کا اہتمام کیا تھا۔ اس سے پہلے وہ دو دن خود باپ کے گھر گزار کر آئی تھی اور ان دنوں میں گھر اتنا سونا اور ویران لگا تھا کہ حمدان بھی جی ہی جی میں اعتراف کیے بنا نہ رہ سکا کہ اس گھر کی ساری رونق اس لڑکی کے دم سے ہی ہے۔
اس وقت بھی وہ کچن میں مصروف تھی لیکن گھر میں اس کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ وہ بلاشبہ بہت اچھا پکاتی تھی لیکن روایتی پکوان پکانے کے لیے اسے اماں کی مدد اور رہنمائی درکار ہوتی تھی۔ وہ کام کے دوران آوازیں لگا لگا کر اماں سے پوچھتی بھی جا رہی تھی۔
"عبیر آپی! فٹافٹ آ جائیں میں مزے دار گول گپے لایا ہوں۔" اتنے میں کاشان باہر سے گھر آیا تو اسے زور زور سے پکارنے لگا۔
"کھٹا پانی بھی لائے ہو کاشی؟" اس نے اشتیاق بھرے لہجے میں ہانک لگا کر پوچھا۔
"بالکل لایا ہوں بس آ جائیں آپ۔"
کھانے پینے کے معاملے میں دیور بھابھی کی پسند ناپسند بالکل ایک جیسی تھی۔
حمدان کو یہ الابلا کھانے میں کوئی دلچسپی تھی نہ ہی کوئی اسے پوچھنے کا روادار تھا۔ بہت مزے لے کر اس نے گول گپوں سے انصاف کیا تھا ساتھ سوں سوں بھی کیے جا رہی تھی لیکن جب اس نے گول گپوں کے ساتھ آیا کھٹا پانی الگ سے بھی پینا چاہا تو حمدان اسے ٹوکے بنا نہ رہ پایا۔
"موسم بدل رہا ہے گلا خراب ہو جائے گا تمہارا۔ گول گپے کھا لیے یہ کافی نہیں ہے کیا۔" عبیر نے اس دخل در معقولات پر اسے ایک تیکھی نگاہ سے نوازا مگر باز آنے کے بجائے شغل جاری رکھا۔
"میری بلا سے، جائے بھاڑ میں۔" حمدان منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔ آج اس کے آفس کا آف تھا لیکن حسنہ آپا اور سسر محترم کی ضیافت کی وجہ سے اس کی گھر میں موجودگی ضروری تھی، حالانکہ گھر میں سے کسی نے بھی اسے رکنے کا نہ کہا تھا لیکن وہ ان نزاکتوں کا خود ہی خیال رکھتا تھا۔
تھوڑی دیر میں حسنہ اور مرتضیٰ آ گئے تھے۔ حسنہ آپا آتے ہی اس کی مدد کے خیال سے کچن میں چلی آئی تھیں۔
"سب کچھ بالکل تیار ہے حسنہ آپا! بس یہ شامی کباب تلنے باقی ہیں آپ اماں کے پاس جا کر بیٹھیں۔" اس نے انہیں مخاطب کیا۔
"اچھا ٹھیک ہے ناں تم کچن سمیٹو، میں کباب تلتی ہوں۔" حسنہ فارغ بیٹھنے والوں میں سے نہ تھیں۔
"بالکل نہیں، اتنا پیارا تیار ہو کر آپ چولہے کے سامنے کھڑی ہوں گی اور ویسے بھی یہ آپ کا میکہ ہے۔ شادی شدہ بیٹیاں میکے میں آ کر صرف آرام کرتی ہیں۔ ابھی میں دو دن آپ کے پاس رہ کر آئی ہوں ناں، پلنگ سے پاؤں نیچے نہیں اتارا میں نے آپ سے اپنے سارے لاڈ اٹھوائے تھے اب اپنی تھوڑی سی خدمت کا موقع اپنی بھابھی کو بھی

www.zemtime.com

دیجیے۔"

وہ مسکرا کر ان سے مخاطب تھی کچن کے باہر گزرتے حمدان کو یہ مسکراتا لہجہ بہت بھلا لگا تھا۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ وہ اس لڑکی کے خلوص اور اچھائیوں کا معترف ہوتا جا رہا تھا لیکن دل میں کیے گئے اس اعتراف کے سوا وہ اس کے لیے کچھ اور نہ کر سکتا تھا۔

اگر حسنہ آپا ماضی میں اپنے سسرال والوں کے ساتھ اس طرح بنا کر رکھتیں جیسے عبیر رکھتی ہے تو آج زندگی کتنی مختلف اور آسان ہوتی۔ حمدان کو آج بھی سارا قصور بہن کا ہی نظر آیا تھا۔

فریحہ اکلوتی اور لاڈلی تھی، حسنہ آپا نے شوہر پر صرف اپنا تسلط جمانا چاہا وہ محبت میں شراکت داری گوارا نہ کر پائیں۔ ساس نندوں کو ہر ممکن زچ کیا اگر گھریلو حالات سے تنگ آ کر توقیر بھائی دبئی نہ جاتے تو دوسری شادی کا سبب ہی نہ بنتا اور نہ ہی حسنہ آپا کو طلاق کے کاغذات بھجواتے۔

خیر اب بھی حسنہ آپا کا تو کیا بگڑا تھا۔ عبیر کے ڈیڈی کی شکل میں انہیں تو ہر لحاظ سے آئیڈیل لائف پارٹنر مل گیا تھا زندگی تو حمدان کی متاثر ہو رہی تھی ناں۔ وہ قنوطی پن کا شکار ہوا آج کل قنوطیت کے یہ دورے پڑتے رہتے تھے۔

اماں کی ناراضی الگ کوفت میں مبتلا کر رہی تھی۔ انہوں نے آج کل اس سے بات چیت کرنا چھوڑ رکھی تھی۔ وہ جتنا مرضی ناخلف بیٹا سہی لیکن ماں سے بدتمیزی کرنے پر ضمیر چین نہ لینے دیتا۔ ضمیر کی آواز نظر انداز کرتا تو دل و دماغ پر دھرا بوجھ مزید بڑھ جاتا۔

اس کشمکش بھری زندگی میں جانے کب ٹھہراؤ آنا تھا یہ اللہ ہی جانتا تھا۔

☆☆☆

حسنہ آپا عمرے کے لیے روانہ ہو گئی تھیں ان ہی دنوں کاشان بھی اپنے کالج ٹرپ کے ساتھ شمالی علاقہ جات کی سیر کو چلا گیا۔ اماں کی چہیتی بہو کی بھی آج کل طبیعت ناساز تھی۔ وہ چھینکتی، کھانستی رہتی جب طبیعت زیادہ نڈھال ہوتی تو اماں کی گود میں سر رکھ کر لیٹ جاتی۔

اماں پر تو اس نے پورا پورا قبضہ جما لیا تھا گھٹنوں اور جوڑوں کی شدید تکلیف میں مبتلا اماں جو بیٹے کے لیے تو ایک چائے کا کپ بنانے بھی کچن میں کھڑی نہ ہو پاتی تھیں۔ اب بہو کو جوشاندے بنا بنا کر پلا رہی تھیں۔ بہو ایسی فرماں بردار کڑوے کسیلے جوشاندے منہ بنائے بغیر پی جاتی۔

"صرف نزلہ زکام نہیں ہے اماں گلے کا انفیکشن بھی ہے جوشاندوں سے بات نہیں بنے گی اس سے کہیں تیار ہو جائے میں ڈاکٹر کے پاس لے جاتا ہوں کہیں طبیعت مزید بگڑے" حمدان نے انسانیت کے ناتے پیشکش کی۔

"میں دوا بھی لے رہی ہوں ساتھ، آپ کی پیشکش کا شکریہ۔" اماں کے کچھ بولنے سے پہلے ہی وہ پیچھے سے آ کر بولی۔

"پتا بھی ہے، سیلف میڈیکیشن کتنی نقصان دہ ہوتی ہے۔ ڈاکٹر کے پاس چلو، جو دوا لکھے وہ ہی لینا۔" حمدان صحت کے معاملے میں خود بھی وہمی تھا اس لیے نصیحت کیے بنا نہ رہ پایا۔

"معلوم ہے مجھے، ڈاکٹرز بھی ہمیشہ یہ ہی میڈیسن دیتے ہیں۔" وہ رسانیت سے بولی۔

"پہلے الٹی سیدھی چیزیں کھا کر طبیعت خراب کرو۔ پھر اپنی سمجھ کے مطابق دوائیاں پھانکو، طبیعت مزید بگڑے تو مجھے الزام نہ دینا۔" وہ چڑ کر بولا۔

"آپ کو پہلے کبھی الزام دیا ہے میں نے۔" وہ اپنی گلابی ہوتی آنکھیں اس پر گاڑ کر بڑے کٹیلے لہجے میں بولی تھی۔

"میری بلا سے جو مرضی کرو۔" وہ اس سے نگاہیں چراتا بظاہر بے زار کن لہجے میں جواب دے کر گھر سے نکل گیا۔

www.zemtime.com

آج آفس سے اس لیے جلدی اٹھ کر آیا تھا کہ عبیر کو ڈاکٹر کے کلینک لے جائے گا لیکن محترمہ کے تو مزاج ہی نہ ملتے تھے۔ سراسر اماں کی شہ تھی حمدان سے انہوں نے بولنا ترک کر رکھا تھا لیکن اگر وہ عبیر کے بھلے کے لیے اسے ڈاکٹر کے لے جانا چاہ رہا تھا تو اماں کم از کم اس کی اس بات کی تائید کر دیتیں۔ ماں کی مسلسل خاموشی اس کے اعصاب پر بہت بھاری پڑ رہی تھی۔

طاہرہ چچی کے گھر پہنچنے تک وہ سوچ سوچ کر جلتا کڑھتا رہا۔

گھر کا دروازہ چوپٹ کھلا تھا۔ فریحہ اور چچی باہر کے زیادہ تر کام پڑوس کے بچوں کو پیسے دے کر کرواتی تھیں۔ سودا سلف منگوانا ہو۔ تندور سے روٹی لگوانی ہو یا اس نوعیت کا کوئی بھی کام بچے پیسوں کے لالچ میں بھاگ بھاگ کر کام کرتے۔ اب بھی کوئی بچہ ہی دروازہ کھلا چھوڑ گیا تھا۔

"حالات آج کل کیسے ہیں فریحہ اور چچی کو کچھ تو احتیاط کرنی چاہیے۔ ایسی بھی کیا لاپروائی۔" حمدان ان کی لاپروائی پر کڑھتا۔ انہیں سمجھانے کی نیت کر کے اندر بڑھا تھا۔

اندر سے آنے والی آوازوں نے اس کے قدم جکڑ ڈالے اندر اسی کا ذکر خیر ہو رہا تھا۔ کچھ سوچ کر حمدان اندر جانے کے بجائے خاموشی سے ایک طرف ہو کر کھڑا ہو گیا۔

"میری مان لے فریحہ! نہ حمدان اس لڑکی کو چھوڑے گا نہ اس کی ماں حمدان کے نام گھر کرے گی۔ بڑی حرافہ ہے وہ بڈھی عورت۔" طاہرہ چچی کے لہجے میں سانپ کی سی پھنکار تھی۔

"مکان کی بیخ آپ نے لگائی ہے امی! مجھے مکان سے کوئی سروکار نہیں لیکن حمدان میرا ہے۔ اسے مجھ سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ اس کی ماں میں اتنا دم خم ہوتا تو اب تک چھین نہ چکی ہوتی۔ وہ آج بھی میرا ہے۔" فریحہ کے لہجے میں زعم تھا۔

"اس کی ماں نے اس بار پکا انتظام کیا ہے۔ حسنہ کو اس لڑکی کے باپ سے بیاہا ہی اس لیے ہے کہ حمدان اس لڑکی کو چھوڑنے کا سوچ نہ سکے تو اپنی خیالی دنیا سے ہی باہر نہیں نکل رہی۔" طاہرہ چچی نے بیٹی کی عقل پر ماتم کیا۔

"یہ آپ کی خام خیالی ہے امی! کہ وہ حسنہ کی وجہ سے مجبور ہو جائے گا۔ اس نے حسنہ کی وجہ سے مجھے چھوڑنا ہوتا تو تب چھوڑتا جب چھوڑنے کا جواز تھا۔ دنیا کا کوئی غیرت مند بھائی اس لڑکی سے شادی پر راضی ہو سکتا ہے جو اس کی بہن کا گھر اجڑنے کا باعث بنے نہیں ناں لیکن حمدان کو تب حسنہ کے گھر اجڑنے سے کوئی فرق نہ پڑا تو اب کیوں پڑے گا۔ رہی اس کی نام نہاد بیوی تو اس کا پتہ صاف کرنا بھی میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں بس ایک بار حمدان سے شادی ہو جائے اس لڑکی کو حمدان کی زندگی سے ایسے نکال پھینکوں گی جیسے توقیر بھائی کی زندگی سے حسنہ چڑیل کو پھینکا تھا۔

آفاق اور حسنہ کی ایک تصویر نے توقیر بھائی کے سر سے بیوی کی محبت کا بھوت اتار پھینکا تھا تو یہاں تو حمدان کو اس لڑکی سے محبت تک نہیں، کاشان کے ساتھ اس لڑکی کو پھنسانا میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہو گا۔ ساتھ والوں کے گھر جو بتول کام کرتی ہے بتا رہی تھی دیور بھابھی کی بہت دوستی ہے اسی دوستی کو بنیاد بنا کر حمدان کے کان بھرنا میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے اماں! بس تم آج کل حمدان کو پریشرائز مت کیا کرو، میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ وہ آخری فیصلے کے قریب ہے۔ بہت جلد مجھ سے نکاح کر لے گا تمہاری جلد بازی حمدان کو مجھ سے چھین نہ لے۔ تم جانتی ہو میں اس کے بغیر نہیں جی سکتی۔"

"تیری شدت پسندی ہی مجھے ڈراتی ہے فریحہ! کبھی کبھی میں سوچتی ہوں کیا تھا جو تو حسنہ کو بھائی کی بیوی کے روپ میں قبول کر لیتی، آج میرا توقیر میرے پاس ہوتا۔ تو نے توقیر کو صرف حسنہ سے نہیں مجھ سے بھی چھین لیا۔ بھلے سے وہ جتنے مرضی

پیسے بھجواتا ہے لیکن میں تو اس کی شکل تک دیکھنے کو ترس گئی ہوں نا۔" طاہرہ چچی کھلے ہارے لہجے میں بولیں۔

"حسنہ کو بھائی کی بیوی ہی بنا کر لائے تھے ہم یہ مت کہیں کہ میں نے اسے بھائی کی بیوی کے روپ میں قبول نہیں کیا تھا لیکن وہ بھائی کی بیوی سے زیادہ محبوبہ بن گئی تھی۔ مجھ سے بھائی کی آنکھوں میں اس کے لیے محبت برداشت نہیں ہوتی تھی۔ آپ جانتی ہیں مجھے محبت میں شراکت گوارا نہیں۔ جو میرا ہے اسے صرف میرا بن کر رہنا ہوگا۔"

وہ بول رہی تھی حمدان اپنی جگہ سن کھڑا تھا۔ یہ فریحہ نہیں یہ تو کوئی نفسیاتی مریضہ تھی اس کا اس سے زیادہ کریہہ روپ دیکھنے کا اس میں حوصلہ نہ تھا۔ ایک بار اس جی چاہا کہ وہ اندر جا کر اس کا چہرہ طمانچوں سے سرخ کردے مگر پھر طیش پر عقل غالب آگئی وہ شاطر لڑکی صورت حال کو اپنی مرضی کا رنگ دے کر اسے رسوا کر سکتی تھی۔

وہ الٹے قدموں پلٹا اور تیزی سے گھر سے باہر نکل گیا۔ مرد ہونے کے باوجود اس کا دل دھاڑیں مار کر رونے کو چاہ رہا تھا۔ اتنے برسوں سے وہ کٹھ پتلی بنا ایک نفسیاتی مریضہ کے ہاتھوں میں کھیل رہا تھا، اگر آج گھر کا کھلا دروازہ اس کی عقل پر پڑا پردہ ہٹانے کا باعث نہ بنتا تو کیا کبھی وہ بظاہر اس معصوم اور بھولی بھالی لڑکی کی حقیقت اس پر کھل سکتی تھی۔ اس کی آنکھوں میں حمدان کے لیے محبت کا ایسا جہاں آباد ہوتا جو حمدان کو جکڑ رکھ لیتا۔

وہ بارہا اپنے دل میں اعتراف کرتا کہ اسے فریحہ سے اس شدت کی محبت نہیں ہے جتنی شدت سے وہ اسے چاہتی ہے لیکن وہ اس کی چاہت پر ہمیشہ نازاں و مغرور رہا۔ اس چاہت کے احترام میں اس نے فریحہ سے راستے الگ کرنے کا خواب میں بھی نہ سوچا۔

اس محبت کا چہرہ اتنا بھیانک اور کریہہ ہوگا یہ حمدان کو پہلے پتا چل جاتا تو وہ کب کا اسے پر نفرین بھیج کر اپنی زندگی میں آگے بڑھ چکا ہوتا۔ کس حقارت سے وہ ماں بیٹی اس کی ماں اور بہن کا ذکر کر رہی تھیں۔

حسنہ آپا کا خیال آتے ہی حمدان کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا۔ اس کی فرشتہ صفت بہن کیسے حمدان کے سامنے اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کرتی تھی لیکن وہ ہمیشہ فریحہ کے کہے کو سچ سمجھتا رہا۔ گھر نہ بسانے کی ذمہ داری ہمیشہ حسنہ آپا کے سر پر ڈالی اور فریحہ کسی تصویر کی بات بھی کر رہی تھی۔

حمدان کو اچھی طرح یاد تھا کہ برسوں پہلے چچا کی دکان کا ایک ملازم آفاق، جوان لوگوں کے گھر کے فرد کی سی حیثیت رکھتا تھا چچا کے انتقال کے بعد دکان بک گئی مگر آفاق کا گھر میں آنا جانا برقرار رہا تو کیا فریحہ نے اسی آفاق کے ساتھ آپا پر جھوٹا الزام لگایا تھا۔ وہ سوچتا جا رہا تھا اور دماغ کی رگیں جیسے پھٹنے کو تھیں۔

گھر جانے کا حوصلہ تھا نہ ماں سے نگاہیں ملانے کی ہمت، کتنی دیر بے مقصد سڑکوں پر آوارہ گردی کرتا رہا پھر سیل فون بجا تھا۔ فریحہ کی کال تھی۔

ایک زہر خند مسکراہٹ حمدان کے لبوں پر پھیل گئی آج اس نے معمول کے مطابق اس کے در پر حاضری نہ دی تھی تو وہ بے چین ہو کر وجہ پوچھنا چاہ رہی تھی۔ حمدان نے موبائل بجنے دیا۔

تھوڑی دیر بعد موبائل دوبارہ بج بج کر خاموش ہو گیا۔ جب تیسری بار گھنٹی بجی تو حمدان کی برداشت جواب دے گئی۔ موبائل آف کرنے کے ارادے سے اس نے جیب سے نکالا لیکن اس بار اسکرین پر اماں کالنگ جگمگا رہا تھا۔ حمدان نے مرے مرے انداز میں فون کان سے لگایا۔

"جی اماں! بس میں آ رہا ہوں گھر۔"

"یہ میں ہوں، اماں بے ہوش ہو گئی ہیں پلیز

www.zemtime.com

آپ جلدی پہنچیں۔ ساتھ والے صدیقی صاحب اور ان کے بیٹے اماں کو ہاسپٹل لے جارہے ہیں۔ میں بھی ساتھ ہوں۔" بے تحاشا روتے ہوئے اطلاع دینے والی یہ عبیر تھی۔ اس نے اطلاع دیتے ہی کال منقطع کردی تھی۔ حمدان کو زور کا چکر آیا۔ کس مشکل سے خود کو سنبھالتا وہ اسپتال پہنچا تھا یہ وہ خود ہی جانتا تھا۔

☆☆☆

اماں آئی سی یو میں تھیں۔ ڈاکٹرز کے مطابق یہ انجائنا کا شدید اٹیک تھا اگر ہمسائے بروقت اسپتال نہ پہنچاتے تو صورت حال مزید گمبھیر ہوسکتی تھی۔ حمدان ماؤف دماغ کے ساتھ ڈاکٹر کی بات سن رہا تھا۔ صدیقی صاحب کی فیملی نے بہت ساتھ دیا وہ تہہ دل سے ان کا ممنون تھا۔

رات گئے اماں کو وارڈ میں شفٹ کردیا گیا۔ اب حالت خطرے سے باہر تھی لیکن اماں کی بہو کی حالت اب بھی دگرگوں تھی رو رو کر اس کے پپوٹے سوج چکے تھے۔ جس گھڑی اماں بے ہوش ہوئی تھیں اسے لگا وہ ہمیشہ کے لیے انہیں کھو بیٹھی ہے۔ اتنا وقت گزرنے کے باوجود اس لمحے کی دہشت اور خوف سے باہر نہ نکل پائی تھی۔ ایک بار پھر ماں کو کھونے کا تصور ہی اتنا وحشت ناک تھا کہ اس کی انزائٹی کنٹرول نہ ہورہی تھی۔

"اب اماں ٹھیک ہیں عبیر! پلیز حوصلہ کرو۔" حمدان نے اسے نرمی سے پکارا۔ عبیر نے خالی خالی نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"اماں کی طبیعت یک دم گھبرانے لگی تھی۔ انہوں نے مجھ سے کہا۔ میرا دل گھبرا رہا ہے میں ان کے لیے پانی لینے گئی اتنی دیر میں وہ......"

"ہاں اتنی دیر میں وہ بے ہوش ہوگئی تھیں لیکن تم نے اس وقت ہمت اور حوصلے سے کام لیا ساتھ والوں کو فوراً بلا لائیں۔ بروقت اسپتال پہنچنے کی وجہ سے اماں کی جان بچ گئی۔ وہ اب بالکل ٹھیک ہیں صرف دوائیوں کے زیر اثر غنودگی میں ہیں تم پلیز حوصلہ کرو۔"

حمدان نے اس کے ٹھنڈے پڑتے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر پھر تسلی دی۔ سچ تو یہ تھا کہ اس وقت خود اس کے لیے شرم سے ڈوب مرنے کا مقام تھا۔ وہ لڑکی جس کا اس کی ماں سے کوئی خونی رشتہ بھی نہ تھا انہیں کھونے کے خوف سے کیسی ادھ موئی ہوئے جارہی تھی۔ ایک وہ بدنصیب تھا جو ماں کی ساری پریشانیوں کا سب سے بڑا سبب تھا اگر ماں اسے معاف کیے بغیر اس دنیا سے چلی جاتی تو وہ خود جیتے جی مرجاتا۔ کتنا ناخلف اور بدتمیز بیٹا تھا وہ۔ اپنی ماں کو کس ذہنی اذیت میں مبتلا رکھا اب اس کی کوئی بھی معافی ماضی کی نالائقیوں کا مداوا نہ کرسکتی تھی۔

پچھتاوؤں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا جس نے حمدان کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا لیکن وہ مرد تھا باوجود خواہش کے دھاڑیں مار کر رونے پر قادر نہ تھا۔

عبیر کے فون پر حسنہ آپا کی کال آئی تو عبیر نے فون حمدان کی جانب بڑھا دیا۔

"میری آواز سن کر آپا پریشان ہوں گی۔ آپ بات کرلیجیے لیکن انہیں کچھ بتایئے گا مت وہ اتنی دور سے فوری طور پر نہیں آسکتیں۔ انہیں پریشان کرنے کا فائدہ۔"

رندھی ہوئی آواز میں اس نے حمدان کو مخاطب کیا۔ حمدان نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے فون ریسیو کیا تھا۔ وہ حیران تھیں کہ عبیر کا فون حمدان نے کیسے اٹھا لیا۔

"وہ کچن میں ہے آپا! آپ سنائیں، سب خیریت ہے نا۔"

اس نے بہن کو مخاطب کیا۔ جی ہی جی میں یہ سوچ کر پریشان ہورہا تھا کہ جب بہن وطن لوٹے گی تو وہ اس سے نگاہیں کیسے ملا پائے گا۔

حسنہ ماں سے بھی بات کرنے کی خواہاں تھیں حمدان نے بہت مشکل سے انہیں ٹالا تھا۔

☆☆☆

اماں دوائیوں کے اثر سے باہر آئیں تو بیٹا بہو

www.zemtime.com

ان کی پائینی سنبھالے بیٹھتے تھے۔ عمیر ان کے سینے سے چمٹی تو حمدان نے ماں کے پاؤں پر لب رکھ دیے اس کے آنسو ان کے پیر بھگونے لگے۔

"میں اب ٹھیک ہوں۔ مانی! بے وقوفی کی حرکتیں مت کرو۔" کتنے عرصے بعد انہوں نے اسے اس کے پیار کے نام سے پکارا تھا۔

"آپ دنیا کی سب سے اچھی ماں اور میں دنیا کا سب سے برا بیٹا ہوں۔ مجھے معاف کردیں اماں۔" وہ باقاعدہ رونے لگا تھا۔ عمیر نے حیرت سے اسے دیکھا اپنی زندگی میں وہ پہلی بار کوئی روتا ہوا مرد دیکھ رہی تھی۔

"کہہ تو رہی ہوں۔ میں ٹھیک ہوں اب۔ یہاں آکر بیٹھ میرے پاس۔"

اماں اس کے رونے کو اپنی طبیعت خرابی پر محمول کررہی تھیں انہیں کیا علم تھا وہ کس کس گناہ کی معافی مانگنا چاہ رہا ہے۔

"بس آپ جلدی سے ٹھیک ہوکر گھر واپس چلیں۔ میں آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہ دوں گا۔"

وہ اب ان کے ہاتھ تھام کر یقین دہانی کروا رہا تھا۔ اماں تھکے تھکے انداز میں مسکرادیں۔

حمدان جانتا تھا وہ اس یقین دہانی کو ماضی کے تناظر میں دیکھ رہی ہیں پہلے بھی ان کی طبیعت خرابی کی وجہ سے اس نے فرماں برداری کا ثبوت پیش کرتے ہوئے شادی پر ہامی بھرلی تھی لیکن بعد میں کیسا طرز عمل اپنایا تھا۔

ماں کی بے اعتباری پر وہ شرم سے پانی پانی ہورہا تھا لیکن سچ یہ ہی تھا کہ اس نے اپنی حرکتوں کی وجہ سے ہی اپنا اعتبار کھویا تھا۔ اب پچھتانا بے سود تھا۔

☆☆☆

فریحہ کے فون پر فون آرہے تھے۔ وہ اب اس کی آواز سننے کا بھی روادار نہ تھا لیکن اس مصیبت سے پیچھا چھڑانے کا کوئی طریقہ بھی سمجھ میں نہ آرہا تھا۔ اگر اس سے صاف صاف کہہ دیتا کہ وہ اس کی حقیقت جان چکا ہے تب بھی وہ جنونی اور شدت پسند لڑکی جنون میں آکر کوئی انتہائی قدم اٹھا سکتی تھی۔

حمدان کو اب اپنے کسی نقصان کی کوئی پروا نہ تھی لیکن وہ اپنی ذات سے وابستہ کوئی تماشا نہ چاہتا تھا اماں کی حالت ایسی نہ تھی کہ وہ فریحہ کا کوئی نیا تماشا یا جگ ہنسائی برداشت کرپاتیں، ایسی صورت حال میں حمدان کو کوئی صحیح مشورہ دینے والی ہستی بھی تو نہ تھی۔ اپنی بزدلی اور کم ہمتی پر اسے تاؤ بھی چڑھ رہا تھا لیکن اس صورت حال سے نکلنے کا کوئی راستہ بھی سجھائی نہ دے رہا تھا۔

☆☆☆

جس شام اماں ڈسچارج ہوکر گھر آئیں اسی رات طاہرہ چچی کا اچانک حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے انتقال ہوگیا۔ یہ موت اتنی انہونی اور اچانک تھی کہ سب ہکا بکا رہ گئے۔

"توقیر تو جانے کب پاکستان پہنچ پائے۔ تو جا حمدان وہاں گھر میں کوئی مرد نہیں۔ اللہ نے اچانک ہی کیسی آزمائش ڈال دی اس گھرانے پر۔" اماں دیورانی کی موت پر آنسو بہا رہی تھیں۔

"طاہرہ چچی کے میکے والے چند گھنٹوں تک پہنچ ہی جائیں گے آپ مجھے وہاں جانے کا مت کہیں۔" حمدان نے صاف انکار کردیا۔

"تو میری وجہ سے وہاں جانے سے انکاری ہے نا بیٹا۔! اب موقع ایسا ہے کہ میں نے اپنی ناراضی پس پشت ڈال دی ہے۔ ہم دونوں گھرانوں میں جتنے مرضی اختلاف ہوں لیکن وہ تیرے مرحوم چچا کی بیوی تھی اس مشکل اور کڑے وقت میں ناراضیاں نہیں نبھائی جاتیں۔"

اماں اب بھی یہ سمجھ رہی تھیں کہ حمدان ان کو دیے قول کی وجہ سے وہاں جانے سے انکاری ہے۔

"ان لوگوں کی حقیقت مجھ پر کھل چکی ہے اماں! میرا ظرف آپ جتنا بلند نہیں کہ میں سب کچھ بھلا کر وہاں چلا جاؤں اور اگر اعلا ظرفی کا ثبوت دے بھی دوں تو اللہ جانے میت کے گھر میں فریحہ کیا تماشا لگائے۔ میں اتنے دنوں سے اس کی کال بھی نہیں اٹھا رہا

www.zemtime.com

ہوں۔ وہ ہسٹیریک ہو رہی ہو گی۔"

حمدان کو صورت حال کا ادراک تھا۔ اماں نے رات جیسے تیسے کر کے گزار لی لیکن اگلے دن جنازہ اٹھنے سے پہلے وہ حمدان کو ساتھ لے کر زبردستی وہاں چلی گئیں۔

ان کی طبیعت خرابی کے پیش نظر عبیر نے بھی انہیں...... روکا لیکن وہ مرنے والی کی خطائیں معاف کر کے اپنے دل سے ساری کدورتیں مٹائے، مرحومہ کی اگلی منزل کی آسانی کی دعاؤں کے ساتھ وہاں پہنچی تھیں۔

حمدان کا خدشہ درست نکلا۔ جب وہ ماں کو سہارا دیے اندر داخل ہوا تو میت کے پاس بیٹھی فریحہ اماں کو دیکھ کر بپھر گئی۔

"تم اس عورت کو یہاں کیوں لے آئے حمدان! یہ میری ماں کی قاتل ہے۔"

وہ چلائی تھی۔ اس نے فریحہ کی بات پر بہت مشکل سے اپنا اشتعال کنٹرول کیا۔ فریحہ کی نگاہ میں اماں ہی تھیں جو حمدان کے ساتھ اس کی شادی میں رکاوٹ ڈال رہی تھیں۔ شاید وہ طاہرہ چچی کی موت کو اس وجہ سے ہونے والے ذہنی دباؤ کا نتیجہ سمجھ کر چیخ چلا رہی تھیں حمدان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ وہ لفظ قاتل علامتی طور پر استعمال نہیں کر رہی بلکہ اس کا مطلب کچھ اور ہے۔

"کل دوپہر کو تمہاری ماں نے تمہارے باپ کی برسی کا کھانا بھجوایا تھا۔ وہ کھا کر امی کی حالت بگڑ گئی۔ یہ میری ماں کی قاتل ہے۔"

وہ اماں کی طرف انگلی کا اشارہ کر کے چلائی تھی۔ اس الزام پر اماں لڑکھڑا کر گرنے کو ہوئیں۔ حمدان نے انہیں مضبوطی سے تھاما۔

"اگر تم اپنی ماں کی موت پر بھی تماشا لگانا چاہتی ہو تو شوق سے لگاؤ۔ اماں کل گھر پر ہوتیں تو ابا کی برسی کا اہتمام ہوتا۔ کل شام کو میں اور میری بیوی اماں کو ڈسچارج کروا کر اسپتال سے گھر لائے ہیں۔ ابھی بھی میری ماں دل کی تکلیف سے مکمل صحت یاب نہیں ہوئی تف ہے تم پر فریحہ! تمہارے شاطر دماغ نے تو اپنی ماں کی موت کو بھی کیش کروانا چاہا۔"

حمدان نے ملامت بھرے انداز میں اسے مخاطب کیا۔

"اس عورت نے آخر تم کو بھی مجھ سے چھین لیا حمدان۔!" وہ حمدان پر نگاہیں گاڑ کر جیسے بڑبڑائی پھر غش کھا گئی تھی۔ رش میں سے جگہ بناتا توقیر بھن کے پاس پہنچا۔ وہ اس کے گال تھپک کر ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"حمدان پلیز۔ تم تائی جان کو بٹھاؤ۔" اس نے بہت معذرت خواہانہ انداز میں حمدان کو مخاطب کیا صاف ظاہر تھا کہ فریحہ کے لگائے الزام پر اسے رتی برابر بھی یقین نہ تھا۔

"چلتے ہیں توقیر بھائی! غم کی اس گھڑی میں آپ لوگوں کو پرسہ دینے آئے تھے اللہ آپ کو صبر دے۔ اب ہمارا یہاں رکنے کا کوئی جواز نہیں بچا۔"

وہ سنجیدگی سے کہتا ماں کو سہارا دیے واپسی کے لیے مڑ گیا تھا۔ اس گھر کی دہلیز پر شاید ہی اس نے بھی دوبارہ قدم رکھنا تھا۔

☆☆☆

سوئم کے بعد توقیر بہن کے رویے کی معذرت کرنے آیا تھا۔

اماں دوا کھا کر سو رہی تھیں۔ حمدان نے اسے ڈرائنگ روم میں بٹھایا ساتھ ہی عبیر کو چائے بنانے کو کہا۔ گھر آئے مہمان کا لحاظ کرنا اس کی مجبوری تھی ورنہ وہ اب اس گھرانے کے کسی فرد سے بات تک کرنے کا روادار نہ تھا۔

"فریحہ نے اس دن بہت نامناسب بات کی۔ غم کی شدت سے وہ حواس کھو بیٹھی تھی۔ میں تم سے اور تائی جان سے معافی مانگنے آیا ہوں۔"

"فریحہ کے کسی عمل کے لیے آپ کو معافی مانگنے کی ضرورت نہیں توقیر بھائی لیکن آپ کی غلط فہمی دور کر دوں، وہ اس وقت اپنے مکمل ہوش وحواس میں تھی۔ بہرحال میں یہ نہیں جانتا کہ اماں پر الزام لگا کر

www.zemtime.com

وہ میرے دل میں میری ماں کے خلاف شک پیدا کرنا چاہتی تھی یا دنیا والوں کے سامنے صرف اماں کو ذلیل کرنا مقصد تھا۔ آپ کی بہن بہت شاطر ہے، اس کی چالیں سمجھنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔"

وہ تلخی سے بولا تھا۔ توقیر نے بہن کی صفائی پیش کرنے کے بجائے چپ رہنے کو ترجیح دی تھی۔

"برسوں پہلے میری بہن آپ کی مرحومہ ماں اور بہن کی سازش کا شکار ہوئی۔ میں ایسا عقل کا اندھا کہ فقط یہ سمجھتا رہا کہ یہ روایتی گھریلو چپقلش تھی اور اس کے لیے بھی میں اپنی بہن کو ہی مورد الزام ٹھہراتا رہا حالانکہ حسنہ آپا کے مزاج اور عادتوں کو مجھ سے زیادہ کون جان سکتا تھا۔ محبت اور خلوص کے اس پیکر کو میں نے ہمیشہ فریحہ کے بیان کی روشنی میں جانچا پرکھا۔ اس تواتر سے جھوٹ سنا کہ وہ مجھے سچ لگنے لگا لیکن میرے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس گھر میں میری بہن کے کردار پر کیچڑ تک اچھالا گیا۔

آپا نے مجھ سے اس بات کا تذکرہ تک نہ کیا شاید انہیں ڈر ہوگا کہ ان کا عقل کا اندھا بھائی اس الزام کو بھی تسلیم کرلے گا اگر میں اس دن آپ کی والدہ اور بہن کی گفتگو چھپ کر نہ سنتا تو جانے میں کب تک فریحہ کے بچھائے جال میں پھنسا رہتا۔

اتنے برسوں میں نے اپنے گھر والوں کو جو ذہنی اذیت دی ہے سوچنے لگوں تو میرا دل پھٹنے لگتا ہے۔ توقیر بھائی!"

حمدان کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہوگیا تھا۔ بنا کسی لگی لپٹی کے اس نے توقیر کو سب کچھ بتا ڈالا۔

"خسارہ صرف تمہارا مقدر نہیں بنا ہے حمدان! میں بھی بالکل تہی دست ہوں۔"

توقیر کے لہجے میں برسوں کی تھکن تھی۔ وہ جب پاکستان سے گیا تھا تو اس کی صرف ایک وجہ تھی وہ جان گیا تھا کہ اس گھر میں رہتے ہوئے اماں اور فریحہ کبھی بھی اسے حسنہ کو اس کا جائز مقام نہ دینے دیں گے۔

وہ حسنہ کو بے تحاشا چاہتا تھا دبئی جا کر سیٹل ہونے کا مقصد یہ ہی تھا کہ وہ کچھ عرصے میں بیوی کو بھی پاس بلوا لے گا۔ ماں اور بہن سے اس بات کا تذکرہ نہ کرنے کے باوجود جانے کیسے انہیں اس کے ارادوں کی بھنک پڑ گئی۔ موبائل پر کھینچی آفاق اور حسنہ کی ایک تصویر کے ساتھ انہوں نے دبئی بیٹھے توقیر کو حسنہ کی نئی سرگرمیوں سے آگاہ کیا۔

تصویر میں آفاق حسنہ کو والہانہ نگاہوں سے تکتے ہوئے کوئی گفٹ پیک پیش کر رہا تھا جبکہ حسنہ کے لبوں پر بھی بہت شرمیلی سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ وہ تصویر میں نظر آتی حقیقت کو جھٹلانے کے لیے اپنے دل میں کوئی جواز گھڑ بھی لیتا اگر اماں اس کی آفاق سے بات نہ کروا دیتیں۔ موقع پر رنگے ہاتھوں پکڑا آفاق ٹیلی فون پر گھگھیا گھگھیا کر توقیر سے معافی مانگتا رہا۔ ایسی غلطی دوبارہ نہ کرنے کی یقین دہانی بھی کرواتا رہا۔

"مجھے معاف کردیں توقیر بھائی! میں تو حسنہ باجی کو بہن ہی سمجھتا تھا اگر ان کی طرف سے ترغیب نہ ملتی تو میری کچھ ایسا ویسا سوچنے کی بھی ہمت نہ پڑتی۔ میری توبہ جو میں آئندہ ان کے قریب گیا۔ وہ بلائیں گی جب بھی نہیں جاؤں گا۔ آپ بس مجھے معاف کردیں۔ میں نے برسوں آپ لوگوں کا نمک کھایا ہے جانے کیسے یہ نمک حرامی کر بیٹھا۔ مجھے معاف کردیں توقیر بھائی۔"

آفاق گڑگڑا رہا تھا۔ توقیر ساکت تھا اس سے ایک لفظ بھی نہ بولا گیا پھر آفاق سے فون اماں نے لے لیا تھا۔

"تم واپس آجاؤ بیٹا! یا پھر اپنی بیوی کو اپنے پاس بلوا لو۔ تمہاری شادی کو ابھی عرصہ ہی کتنا ہوا تھا۔ نوبیاہتا بیوی کو اکیلا چھوڑ کر پردیس چلے آئے۔ عورت کے بھی کچھ فطری جذبات اور تقاضے ہوتے ہیں شوہر پاس نہ ہو تو کچھ بد بخت عورتیں چور راستے ڈھونڈ لیتی ہیں غلطی ہماری بھی ہے آفاق جوان ہے کم بخت بلا کا خوب صورت ہے ذرا سا اشارہ ملنے پر اس ذلیل شخص نے بدنیتی ہونے میں دیر نہ لگائی۔ جس تھالی میں کھایا

www.zemtime.com
ZEMTime

اسی میں چھید کردیا۔ آئندہ کے لیے اس گھر کے دروازے آفاق کے لیے تو کھلیں گے نہیں لیکن میں تمہاری بیوی کی مزید چوکیداری نہیں کرسکتی۔ یا تو خود آجاؤ ورنہ اسے وہاں بلوالو۔"

طاہرہ بیگم نے دوٹوک انداز میں کہا تھا۔ توقیر خود تو نہ گیا البتہ فوری طور پر طلاق کا پروانہ وہاں بھجوادیا تھا۔ اس نے حسنہ سے وضاحت مانگنے کی کوشش ہی نہ کی۔ حسنہ نے بھی طلاق ملنے کے بعد اس سے رابطہ کرکے کوئی صفائی پیش کی نہ واویلا مچایا بس اس کی طرف سے موبائل پر چند سطری پیغام موصول ہوا تھا۔

"دنیا میں اگر کوئی شخص پورے وثوق سے ایک عورت کے کردار کی گواہی دے سکتا ہے تو وہ اس کا شوہر ہوتا ہے۔ شوہر سے زیادہ بیوی کو کوئی جانچ پرکھ نہیں سکتا۔ اگر آپ کے دل نے میری بدکرداری کی گواہی دے دی تو پھر ہمارے ساتھ رہنے کا کوئی جواز ویسے بھی نہ بچا تھا۔ طلاق نہ بھی دیتے تو میں بدکرداری کا الزام لگنے کے بعد اپنی راہیں خود ہی جدا کرلیتی۔"

حسنہ کے پیغام نے دل ودماغ میں تلاطم برپا کردیا دل اب چیخ چیخ کر اس کے کردار کی گواہی دینے لگا تھا۔ دماغ ماں کی سنائی داستان کے جھول پکڑنے لگا تھا۔ اس نے ماں کو فون کرکے سختی سے کہہ دیا کہ وہ حسنہ پر لگائے الزام کی ہرگز تشہیر نہ کریں۔ یہاں سب کو کہہ دیں کہ توقیر دبئی میں شادی رچا بیٹھا ہے اس لیے بیوی کو طلاق دے دی۔

حمدان اور فریحہ کے رشتے کو برقرار رکھنے کی خاطر طاہرہ بیگم نے پہلے ہی طلاق کا سارا الزام توقیر کے سر پر تھوپ رکھا تھا اب بیٹے کے کہنے پر طلاق کا جواز دوسری شادی کو ہی بناڈالا۔

دو برس بعد توقیر نے اپنے دوست کی بیوہ بہن سے عقد ثانی کر بھی لیا۔ گھر تو بس گیا لیکن دل کی بستی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اجڑ گئی تھی پھر ایک دن آفاق کا فون آگیا۔ اس بار بھی وہ رو رو کر معافیاں مانگ رہا تھا۔ حسنہ کے کردار کی گواہی دینے کے ساتھ اس بات کا اقرار کررہا تھا کہ پیسوں کے لالچ میں وہ طاہرہ بیگم کے تیار کیے ہوئے ڈرامے میں مرکزی کردار ادا کرنے پر راضی ہوگیا تھا۔ بہن کی شادی کے لیے اسے فوری پیسوں کی ضرورت تھی لیکن جس بہن کی شادی کی خاطر اس نے ایسا گھناؤنا جھوٹ بولا تھا وہ بھی شادی کے کچھ ماہ بعد طلاق کا کاغذ لے کر واپس گھر کی دہلیز پر آن بیٹھی۔

"میرا ضمیر مجھے چین نہیں لینے دیتا توقیر بھائی! آپ کی ماں کے کہنے پر میں نے حسنہ باجی پر تہمت تو لگادی لیکن اس کے بعد میں ایک رات بھی سکون کی نیند نہیں سویا۔ مجھے ڈپریشن کے دورے پڑنے لگے۔ ایک دوست مجھے دین کی راہوں پر چلانے کے لیے اپنے ساتھ درس کی مجالس میں لے کر جانے لگا لیکن میرا گناہ اتنا بڑا ہے کہ میں سوچنے لگوں تو اپنے انجام سے کانپ اٹھتا ہوں۔ حسنہ باجی سے معافی مانگنے کی تو سکت نہیں لیکن اگر آپ معاف کردیں گے تو دل کے بوجھ میں تھوڑی سی تو کمی ہوجائے گی۔"

وہ رو رہا تھا۔

"تم ایک بار پہلے بھی مجھ سے رو، رو کر معافی مانگ چکے ہو آفاق! میں تمہاری کس معافی کو قابل اعتبار جانوں؟"

توقیر نے بے بسی سے پوچھا اس وقت اس کا دل خود دھاڑیں مار کر رونے کو کررہا تھا۔ آفاق پھر سے حسنہ کے کردار کی گواہی دینے کے ساتھ معافی کی تکرار کرتا رہا۔ وہ گفٹ پیک اس نے یہ کہہ کر حسنہ کو دیا تھا کہ یہ توقیر نے اس کے لیے دبئی سے بھجوایا ہے۔ توقیر کے سامنے حقیقت کھل کر سامنے آگئی۔

"میری معافی تمہارے ضمیر کے بوجھ کو کیوں کم کرے گی آفاق! میں تو خود ایک مجرم اور گناہ گار ہوں پھر بھی تمہاری تسلی کے لیے تمہیں معاف کرتا ہوں۔"

توقیر نے اس سے جان چھڑوانے کی خاطر معافی کا عندیہ دے ڈالا۔ دل کی عدالت میں حسنہ پہلے ہی بری الذمہ تھی آفاق کی وضاحت نے رہا سہا

www.zemtime.com

شک بھی ختم کر دیا۔

حسنہ کا سب سے بڑا مجرم تو وہ خود تھا لیکن اس کی مجرم اس کی اپنی ماں اور بہن تھیں۔ اس نے ماں کے بار بار کے اصرار کے باوجود دوبارہ پاکستان کی سرزمین پر قدم نہ رکھا۔ موت کی دھمکی دیتے دیتے آخر ماں حقیقت میں ہی مر گئی۔

وہ انہیں دفنانے وطن لوٹا تو بہن نے جنازہ اٹھنے سے بھی پہلے ایک اور ڈرامہ تیار کر لیا تھا۔

توقیر کی مجبوری تھی کہ وہ بہن کو تنہا نہ چھوڑ سکتا تھا وہ اب اسے اپنے ساتھ دبئی لے کر جا رہا تھا لیکن جانے سے پہلے وہ یہاں معافی مانگنے چلا آیا۔ یہاں اس کی معافی کا کوئی طلب گار نہ تھا۔ حمدان کی نگاہوں کے سامنے سے ویسے بھی سارے پردے ہٹ چکے تھے۔

توقیر کو احساس تھا کہ وہ مروت اور لحاظ میں اس کی موجودگی برداشت کر رہا ہے ورنہ اسے کب کا جانے کا کہہ دیتا۔

''میں فریحہ کو اپنے ساتھ دبئی لے کر جا رہا ہوں۔ کوشش کروں گا وہیں اس کی شادی کر دوں لیکن تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ تمہاری زندگی پر فریحہ کی پرچھائیں بھی نہ پڑنے دوں گا۔ تم نے ایک عرصہ یہ عذاب بھگت لیا ہے۔''

''میں نے جو عذاب بھگتا اس کے لیے میں کسی کو قصوروار ٹھہرا ہی نہیں سکتا توقیر بھائی! مجھے اللہ نے اتنی عقل اور شعور تو بخشا تھا کہ میں صحیح غلط میں تمیز کر سکتا میں نے اپنی عقل کو خود زنگ لگائے رکھا تو قصوروار بھی میں خود ہی ہوا نا۔ آپ کی بہن کو یا کسی اور کو کیا الزام دوں۔'' حمدان تلخی سے بولا تھا۔

''آپ اپنی بہن کو ساتھ لے جا رہے ہیں یہ اچھا فیصلہ ہے ظاہر ہے آپ کو یہ ہی کرنا چاہیے تھا لیکن ایک مخلصانہ مشورہ ہے کہ پہلے آپ اس کا نفسیاتی علاج کروائیں۔ فریحہ ایک نفسیاتی مریضہ ہے اس کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کو ملنے والی محبت اور اہمیت میں شراکت برداشت نہیں کر سکتی۔ میں آج بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہوں کہ اس نے مجھ سے بے تحاشا محبت کی لیکن اس محبت کو اس نے اپنے منفی جذبات سے اس قدر زہریلا بنا دیا کہ اس محبت سے تعفن اٹھنے لگا۔

فریحہ جیسے نفسیاتی مریض اپنی زندگیوں میں تو خود زہر گھولتے ہی ہیں اپنے اردگرد بسنے والوں کو بھی نفسیاتی مریض بنا دیتے ہیں۔ آپ کی مرحومہ والدہ اللہ ان کی مغفرت کرے وہ بھی محض اپنی بیٹی کی محبت میں اس کا ساتھ دیتی چلی گئیں۔''

حمدان بول رہا تھا اور اس کا تجزیہ بالکل درست تھا۔ اس نے۔ توقیر کو اس کے ایک ایک لفظ سے اتفاق تھا۔

''چلتا ہوں۔ تائی جان اٹھیں تو انہیں میرا سلام کہنا۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ حمدان نے اسے رسمی طور پر بھی روکنے کی کوشش نہ کی۔

توقیر نے جاتے سے بہت متلاشی اور پیاسی نگاہوں سے گردوپیش کو دیکھا ایک آس تھی کہ ہو سکتا ہے حسنہ کی جھلک دیکھنے کو مل جائے۔

''حسنہ؟'' واپسی کے لیے قدم بڑھاتے ہوئے اس نے دھیرے سے کچھ پوچھنا چاہا۔

''آپا اپنے گھر میں بہت خوش ہیں۔ اللہ نے انہیں بہت اچھے جیون ساتھی سے نوازا ہے۔ آج کل عمرے کی سعادت حاصل کر رہی ہیں پھر ہو سکتا ہے مزید سیر و سیاحت کے لیے نکل جائیں۔ اللہ نے ان کے صبر کا بہت خوب اجر دیا ہے الحمدللہ!'' حمدان نہ چاہتے ہوئے بہت کچھ جتا گیا۔

''حسنہ سے کہنا اگر ہو سکے تو مجھے معاف کر دے۔'' توقیر دھیرے سے بولا تھا۔

''معذرت چاہتا ہوں توقیر بھائی! میں حسنہ آپا سے ماضی سے جڑی کوئی بھی بات کر کے ان کے زخم پھر سے ہرے نہیں کرنا چاہتا۔'' حمدان نے انہیں آس دلانا مناسب نہ جانا۔

''ٹھیک کہہ رہے ہو۔'' وہ پھیکے سے انداز میں مسکرایا پھر حمدان کا کندھا تھپتھپا کر گھر سے باہر نکل گیا

www.zemtime.com
ZEMTime SINCE 2014

تھا۔ اس معافی کا بوجھ جانے کب تک اس کے سینے پر دھرا رہنا تھا۔

☆☆☆

حسنہ وطن واپس لوٹیں تو ان کا صبح کا بھولا بھائی حقیقت میں شام کو گھر لوٹ آیا تھا لیکن اب اس بھولے کی بیوی اسے لفٹ کروانے پر تیار نظر نہ آتی تھی۔

''میں نے وہاں ہر گھڑی تم دونوں کے لیے دعائیں مانگی ہیں عبیر! یقین ہی نہیں آتا کہ اللہ نے اتنی جلد میری دعاؤں کو شرف قبولیت بخش دیا۔ اب حمدان تمہارا ہے چندا، صرف اور صرف تمہارا۔ اپنا دل اور ظرف بڑا کر کے اسے معاف کیوں نہیں کردیتیں۔'' وہ عبیر کو پیار سے سمجھا رہی تھیں۔

''کمال کرتی ہیں حسنہ آپا! آپ کے بھائی نے معافی کے دو بول تک بولنے کی زحمت نہیں کی میں خواہ مخواہ میں انہیں کیسے معاف کردوں۔'' وہ خفگی سے منہ پھلا کر بولی۔

''آپ سے بھی تو معافی مانگ لی ہے نا حمدان نے اور کیسے شرمندہ ہو کر بار بار معافی مانگ رہے تھے بس رو کر ہاتھ پاؤں جوڑنے کی کسر رہ گئی تھی۔ آپ نے فراخدلی سے معاف بھی کردیا۔ مجھ سے معافی مانگتے ہوئے ان کی اونچی ناک آڑے آتی ہے اور پھر یہ ہم عورتوں سے ہی کیوں توقع کی جاتی ہے کہ مرد کی ہر خطا کو ہنسی خوشی معاف کردیں۔ پروین شاکر مرحومہ کو ایسا ہرجائی اچھا لگتا ہوگا جو جہاں کہیں بھی جا کر لوٹ کر واپس آتا ہے مجھے ایسے بندوں پر سخت تاؤ چڑھتا ہے، اب جب آپ کے بھائی پر اس کی محبوبہ کی حقیقت کھل گئی تو وہ اس پر لعنت بھیج کر اپنا گھر بسانے چلا آیا ذرا سوچیں، فریحہ کا پول نہ کھلتا تو میری زندگی کس ڈھب پر گزرتی وہ تو ان محترمہ سے شادی کرنے چلے تھے۔ میرا دل اور ظرف ابھی اتنا بڑا نہیں ہوا آپا، کہ میں اتنی جلدی سب کچھ بھلا کر آپ کے بھائی کے سنگ ہنسی خوشی نئی زندگی کی شروعات کردوں۔'' وہ صاف گوئی سے بولی۔

''تمہاری سب باتیں درست، سارے شکوے جائز لیکن میں پھر بھی یہ کہوں گی میرے بھائی کو ایک موقع اور دو۔'' حسنہ کا بس نہ چل رہا تھا کہ ان دونوں کے درمیان پلک جھپکتے میں سب کچھ ٹھیک کردیں۔

''بس حسنہ آپا! ثابت کردیا نا آپ نے آج کہ آپ صرف میری نند ہیں۔ آج بھی آپ کو اپنے بھائی کا خیال ہے۔'' اس نے مصنوعی خفگی سے منہ پھلایا۔

''وہ میرا بھائی بھی ہے اور داماد بھی۔ اچھی ساسیں دامادوں کا بھی خیال کرتی ہیں ناں چندا۔'' انہوں نے مسکرا کر پینترا بدلا۔

عبیر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ حسنہ نے اس مسکراہٹ کے قائم رہنے کی صدق دل سے دعا کی تھی۔

☆☆☆

عبیر جانتی تھی وہ جی جان سے شرمندہ ہے لیکن اس شرمندگی کا اظہار کرنے میں کیا امر مانع ہے یہ اس کی سمجھ سے بالاتر تھا۔ اماں کی طبیعت کا خیال کرکے، ان کی خوشنودی کی خاطر ان کے سامنے اچھے میاں بیوی کا کردار دونوں ہی بخوبی نبھا رہے تھے لیکن حقیقت میں دونوں کے بیچ روز اول والی خلیج برقرار تھی۔

حسنہ آپا دو دن میکے گزار کر واپس گھر لوٹ گئی تھیں۔ مرتضیٰ انہیں لینے آئے تھے۔ ان دونوں کو اتنا خوش اور مطمئن دیکھ کر عبیر کا دل شانت ہو جاتا تھا۔

حسنہ آپا اور ڈیڈی کو رخصت کر کے وہ اماں کے بیڈ روم میں انہیں دوا دینے چلی گئی۔ کمرے میں آئی تو حمدان اپنے موبائل پر مصروف تھا ڈریسنگ ٹیبل پر دو مہکتے گجرے موجود تھے۔ اس ''جذبہ خیرسگالی'' پر عبیر کا خون کھول اٹھا۔

''معذرت کرنے کے لیے آپ کے پاس دو حرفی جملے نہیں یہ گجرے لا کر سمجھ رہے ہیں کہ میں اس عنایت پر آپ کے سارے قصور ہنسی خوشی معاف کردوں گی۔'' وہ تیکھے تیوروں سے حمدان سے مخاطب

www.zemtime.com

ہوئی۔ حمدان نے موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔

''ہم تسلی، سکون سے بات کر سکتے ہیں؟'' اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔ عبیر کے چہرے کے زاویے ہنوز بگڑے ہوئے تھے۔ پھر بھی وہ اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

''اگر صرف معافی مانگنے سے میری ساری کوتاہیوں کی تلافی ہو سکتی تو میں تم سے کب کا معافی مانگ چکا ہوتا لیکن میں نے تمہارے ساتھ جو زیادتیاں کی ہیں، وہ میری معافی کے مقابلے میں بڑی ہیں سچ کہوں تو تم سے معافی مانگنے کا مجھ میں حوصلہ ہی نہیں۔''

وہ دھیرے سے بولا تھا۔ عبیر کے چہرے پر فقط ''ہونہہ'' والے تاثرات تھے منہ سے بہر حال کچھ نہ بولی۔

''اور جہاں تک ان گجروں کا تعلق ہے تو یہ میں نہیں لایا شاید حسنہ آپا کے ہوں۔ جب تم کچن میں تھیں تو حسنہ آپا واش روم میں وضو کرنے آئی تھیں۔ انہوں نے اتار کر رکھے ہوں گے۔''

حمدان کی اگلی بات سے عبیر پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ خواہ مخواہ میں حمدان سے مخاطب ہوئی جب کہ وہ تو آج بھی پیش قدمی کا مرتکب نہ ہوا تھا۔

''صبح آفس کے لیے آپ کے کون سے کپڑے پریس کروں۔'' اپنی خجالت دل میں چھپاتے اس نے سنجیدگی سے گفتگو کا موضوع بدلنا چاہا۔

''اپنے کپڑے میں خود پریس کرلوں گا بلکہ......''

حمدان نے بات ادھوری چھوڑی۔ عبیر نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔ ''بلکہ تمہارے بھی کر دیا کروں گا تم ایک موقع تو دو میں بہت تابعدار اور فرماں بردار قسم کا شوہر ثابت ہوں گا۔ تابعداری کے سارے ریکارڈ توڑ دوں گا اماں اور آپا تو مجھے زن مرید ہونے کے طعنے بھی دیا کریں گی۔''

وہ اب بھی مکمل سنجیدہ تھا لیکن یقین دہانیوں کی نوعیت سن کر عبیر ہکا بکا رہ گئی تھی کم از کم اس شخص کے منہ سے وہ ایسی بات کی توقع ہی نہ کر سکتی تھی اس کی حیرت بھانپ کر حمدان ہنس پڑا۔

''بہت عرصہ ہو گیا تمہیں میرے گھر والوں پر اپنا قبضہ جمائے ہوئے۔ اب میں کوشش کروں گا کہ اس گھر میں تمہیں سب سے زیادہ اپنا میں لگوں باقی سب سسرالی لگنے لگیں۔''

''خام خیالی ہے آپ کی یہ میرا گھر ہے اور سب گھر والے میرے اپنے۔'' وہ تنک کر بولی تھی۔

''اور جو اصل میں گھر والا ہے اسے کب تک پرایا رکھو گی۔'' حمدان نے مسکرا کر پوچھا۔

''جب تک میرے دل سے سارے ملال نہیں دھل جاتے۔'' عبیر کی آنکھیں ڈبڈبا گئی تھیں۔

حمدان نے گہری سانس اندر کھینچی وہ اس کامنی سی لڑکی کو اتنے دکھ دیے بیٹھا تھا کہ اب تلافی کرتا بھی تو کیسے۔

''معافی کی کوئی گنجائش نہیں۔'' اس نے آہستگی سے پوچھا۔

''اگر میں آپ کی جگہ ہوتی اور شادی کے بعد کسی اور کی محبت کا دم بھرتی تو کیا آپ مجھے معاف کر دیتے؟''

عبیر نے کاٹ دار لہجے میں پوچھا۔ حمدان اس کے اس قدر تلخ ہونے پر اسے دکھ بھرے انداز میں دیکھ کر رہ گیا۔ سچ بھی یہ ہی تھا کہ اس سوال کا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

''ہم عورتوں سے اس قدر اعلا ظرفی کی توقع کیوں کی جاتی ہے۔ وہ زہر خند مسکراہٹ لبوں پر سجا کر بولی۔

''عورتوں سے اس اعلا ظرفی کی توقع اس لیے کی جاتی ہے عبیر! کہ اللہ نے فطرتاً ہی انہیں بہت بڑے ظرف سے نوازا ہے۔ وہ اپنا گھر بسانے، خود سے وابستہ رشتے نبھانے کے لیے اپنی ذات کی نفی کرتی ہیں۔ اس عظمت کا لفظوں میں احاطہ ممکن ہی نہیں۔ میں دنیا کا خوش قسمت ترین مرد ہوں جس کو ماں بہن اور بیوی کے روپ میں عورت کا عظیم اور مقدس ترین روپ ملا۔ میں تم جیسی اچھی بیوی ڈیزرو

www.zemtime.com

ہی نہیں کرنا۔ میرے اور تمہارے رشتے کے بیچ یہ شرمندگی دیوار بن کر کھڑی ہے۔ حسنہ آپا کہتی ہیں معافی مانگنے سے فاصلے سمٹ جائیں گے لیکن سچ تو یہ ہے کہ میں تم سے معافی تک مانگنے کا اہل ہی نہیں۔"

حمدان بھی جیسے خود سے جنگ کرتے کرتے تھک گیا تھا سو اسے اپنی دلی کیفیت حرف با حرف سنا ڈالی۔

"معافی مانگ کر تو دیکھتے ہو سکتا ہے حسنہ آپا کا کہا سچ ہو جاتا۔ آخر اماں اور آپا سے بھی تو معافی مانگی ہی ہے نا آپ نے مجھ سے معافی مانگنے کا مرحلہ آیا تو تو ادھر، ادھر کی ڈھیروں باتیں کر ڈالیں بس معافی ہی نہ مانگی گئی آپ سے۔" وہ منہ پھلا کر بولی۔

"اس ساری گفتگو کو تم معذرت کے کھاتے میں نہیں ڈالتیں۔" حمدان حیران تھا۔

"بالکل نہیں۔" عمیر نے نفی میں گردن ہلائی۔

"آئی ایم سوری، ایکسٹریملی ویری سوری۔ آئندہ تمہیں کبھی شکایت کا موقع نہ دوں گا جان! پرامس، پکا پرامس۔" اس نے عمیر کے ہاتھ تھام کر یقین دلایا۔

"مجبوری ہے میری چند لمحوں پہلے آپ نے مجھے اعلا ظرف عورتوں کی کیٹگری میں شامل کر دیا ہے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی مجھے آپ کو معاف کرنا پڑے گا۔" عمیر نے جیسے اس کی سات پشتوں پر احسان کیا۔ حمدان اسے محبت پاش نگاہوں سے دیکھتے ہوئے مسکرایا تھا۔

"اب اجازت ہے تو یہ گجرے بھی پہنا دوں۔"

"لیکن آپ تو کہہ رہے تھے یہ حسنہ آپا......!"

عمیر نے بات ادھوری چھوڑ کر سے خفگی سے دیکھا۔

"تمہارے تیور دیکھ کر ڈر گیا تھا، اسی لیے جھوٹ بولنا پڑا۔" اس نے بڑی بے چاری سی شکل بنا کر آگاہ کیا۔

"اچھا ٹھیک ہے گجرے تو پہنا دیں پھر لائٹ جانے سے پہلے اپنے آفس کے کپڑے پریس کر لیجیے اور ہاں الماری سے میرا پرپل والا سوٹ نکال کر وہ بھی پریس کر دیجئے گا۔ کل ہم ڈیڈی کی طرف جائیں گے۔ حسنہ آپا ڈنر پرانوائیٹ کر کے گئی ہیں۔"

عمیر نے مناسب جانا کہ لگے ہاتھوں اس کے دعووں اور وعدوں کو بھی ساتھ ہی پرکھ لے جب ہی اپنا سوٹ استری کرنے کو کہا۔

"یار! تم تو واقعی ایک منٹ میں بیوی بن گئیں۔" حمدان کے چہرے پر زمانے بھر کی بے چارگی پھیلی تھی۔

"ایک اعلا ظرف بیوی شوہر کی اتنی سی تابعداری تو ڈیزرو کرتی ہے نا ں حمدان!" عمیر آنکھوں میں چمک لیے اسے ستانا چاہ رہی تھی۔ اس کے منہ سے پہلی بار اپنا نام سن کر حمدان کا من خوشی سی جھوم اٹھا تھا۔

"ایک اعلا ظرف بیوی سب سے پہلے شوہر کا اظہار محبت ڈیزرو کرتی ہے میری جان!"

حمدان نے جھک کر اس کے کان میں سرگوشی کی۔ عمیر کے چہرے پر حیا آلود مسکراہٹ پھیل گئی۔ شوہر کی محبت کی حکایت تو اس نے سن ہی لی تھی لیکن وہ ابھی حمدان کو یہ نہیں بتا سکتی تھی کہ اس رشتے کو نبھانے کے لیے وسعت قلبی اور اعلا ظرفی کے علاوہ وہ محبت بھی تھی جو نکاح کے دو بولوں کے ساتھ اس کے دل میں جڑ پکڑ چکی تھی۔

حمدان کے لیے فی الحال اتنی سزا کافی تھی کہ یہ اقرار محبت سننے کے لیے اسے ابھی مزید انتظار کرنا تھا۔ کم از کم اتنا انتظار تو ضرور جتنا عمیر نے اس کا اظہار سننے کے لیے کیا تھا۔ ابھی تو پورے حق سے اس نے وہ محبت اور چاہت وصول کرنی تھی جو رب نے اس کے مقدر میں لکھ رکھی تھی اور جو بالآخر اس کو مل کر رہی۔

صبح کا بھولا شام کو گھر لوٹ ہی آیا تھا اور عمیر جانتی تھی کہ یہ اس کا آخری پڑاؤ ہے۔ مدہم مسکان لبوں پر سجا کر اس نے گجرے پہننے کے لیے ہاتھ آگے بڑھا دیے۔

☆☆

www.zemtime.com